مختلف مہینوں میں ہونے والی بدعات کا بیان

تالیف

(مولانا) محمد موسیٰ شاکر

خطیب جامع مسجد مکیؒ شفیلڈ انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مروجہ رسوم کے متعلق مسلک دیوبند

حضرت مولانا قاری محمد طیبؒ اپنی کتاب مسلک علمائے دیوبند میں رسومات سے متعلق علمائے دیوبند کے مسلک کی وضاحت ان الفاظ میں فرماتے ہیں۔ وہ (علمائے دیوبند) رسومِ شادی اور غمی کو اسوہ حسنہ اور سلف صالحین کے سادہ اور بے تکلف طریق عمل میں محدود رکھنا چاہتے ہیں، اغیار کی نقالی یا تشبیہ کو ناجائز سمجھتے ہیں، غمی کی رسموں تیجہ، دسواں، چہلم، برسی وغیرہ کو بدعت سمجھتے ہیں، اس لئے سختی سے روکتے ہیں، اور شادی کی مروّجہ رسومات کو خلاف سنّت سمجھتے ہیں۔ اس لئے انھیں بھی رد کرتے ہیں۔ بہر حال رسم بدعت ہو یا رسم خلاف سنّت، دونوں کو ہی روکتے ہیں۔ فرق اتنا ہے کہ رسوم غمی کو قوت سے روکتے ہیں کیونکہ وہ ثواب سمجھ کر کی جاتی ہیں اس لئے وہ بدعات ہیں، جن کی زد براہ راست سنّت پر ہے، اور شادی کی رسوم تمدّن و معاشرت کے جذبہ سے انجام دی جاتی ہیں، اس لئے وہ محض رسوم خلاف سنّت ہیں۔ بدعت میں عقیدہ کی خرابی ہوتی ہے کہ غیر دین کو دین سمجھ لیا جاتا ہے، درانحالیکہ وہ دین نہیں ہوتا۔ اور خلاف سنّت میں عقیدہ محفوظ رہتا ہے صرف عمل کی خرابی اور ہوائے نفس ہوتی ہے۔ پہلی صورت میں اصل دین محو ہو جاتا ہے، دوسری صورت میں اصل دین قلب میں محفوظ ہو کر عمل میں نقصان آجاتا ہے۔

(مسلک علمائے دیوبند ص ۲۹، از قاری محمد طیبؒ)

انتساب

میں اپنی اس حقیر سی کاوش کو بارگاہ ربّ العالمین میں عرض قبولیت پیش کرتے ہوئے اپنے تمام "مہربان اساتذہ کرام" کے نذر کرتا ہوں جنہوں نے بندہ کی تعلیم و تربیت میں شب وروز محنت فرمائی اور جن کی شفقت اور خصوصی توجہ کے سایۂ عاطفت تلے بندہ علوم نبوّت کی پیاس بجھاتا رہا۔

اور اپنے "مرحوم والدین رحمھما اللہ" کے نام منسوب کرتا ہوں جنہوں نے علم دین کے راستے پہ مجھے ڈالا اور جن کی دعاؤں کی بدولت میں اس قابل بن سکا۔ اور اللہ کے حضور دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ میرے والدین اور مرحوم اساتذہ کو غریق رحمت فرمائے اور ان کی مغفرت فرما کر جنّت الفردوس میں اعلیٰ وارفع مقام عطا فرمائے اور جو زندہ ہیں ان کو دین کی محنت کے لئے تا دیر ترو تازہ رکھے۔

(اللّٰھم آمین) محتاج دعاء محمد موسیٰ شاکر غفر اللہ لہ

فہرست مضامین

فہرست مضامین

ماہ محرم میں ہونے والی بدعات ورسومات کا بیان

الحمد لله ربِّ العالمين، قيوم السماوات والأرضين.

والحمد لله الذي أكملَ لنا ديننا، وأتمَّ علينا نعمتَه، ورضيَ لنا الإسلامَ دينًا، وأمرنا أن نستهديَه صراطَه المستقيم، صِراط الذين أنعمَ عليهم غير المغضوب عليهم ـ اليهود ـ، ولا الضالين ـ النصارى ـ.

وأشهد أن محمدًا عبده ورسوله، أرسله بالدين القيِّم، والحنيفية السَّمْحة، وجعله على شريعةٍ من الأمر، وأمره أن يقول: ﴿ هَٰذِهِۦ سَبِيلِيٓ أَدۡعُوٓاْ إِلَى ٱللَّهِۚ عَلَىٰ بَصِيرَةٍ أَنَا۠ وَمَنِ ٱتَّبَعَنِيۖ ﴾ [يوسف/ ١٠٨]، صلى الله وسلَّم عليه، وزاده شرفًا لديه.

وبعد؛

ماہ محرم کی بدعات ورسومات

ماہ محرم برکات کا حامل مہینہ ہے مگر بعض لوگ اس ماہ کی برکات حاصل کرنے کے بجائے بدعات ورسومات میں پڑ کر اس کی حقیقی فضیلت سے محروم ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ

اس ماہ کی برکت وعظمت اور فضائل کا تقاضا یہ ہے کہ اس مہینے میں زیادہ سے زیادہ عبادات میں مشغول ہو کر تجلیات رحمانی کا بڑا حصہ حاصل کیا جائے مگر ہم نے محرم الحرام کے مہینے اور خاص طور پر اس کی دسویں تاریخ میں طرح طرح کی خود تراشیدہ رسومات و بدعات کا اپنے آپ کو پابند کر کے بجائے ثواب حاصل کرنے کے اُلٹا معصیت اور گناہ میں مبتلا ہو کر ہلاکت کا سامان فراہم کر لیا۔

خوب سمجھ لینا چاہیے کہ ماہ محرم فضیلت کی وجہ سے جس طرح اس میں عبادات کا ثواب زیادہ ہوتا ہے اسی طرح اس ماہ کے اندر گناہوں اور معصیت میں ملوث ہونے کے وبال وعتاب کے بڑھ جانے کا اندیشہ ہے۔ اس ماہ میں جن اُمور کی ہدایات پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے کی ہیں وہ دو ہیں: ایک نویں دسویں، یا دسویں گیارہویں کا روزہ جو کہ سنت ہے، دوسرے دسویں کو حسب استطاعت اہل وعیال پر کھانے پینے میں وسعت وفراخی کرنا جو کہ مستحب ہے۔ ان کے علاوہ جن بدعات ورسومات کا رواج ہمارے زمانے میں ہو رہا ہے وہ سب قابل ترک ہیں ان میں سے بعض مروجہ بدعات ورسومات کا تذکرہ اس جگہ بھی کیا جاتا ہے۔

جن کو لوگ باعث ثواب سمجھتے ہیں، حالانکہ وہ سخت گناہ کے کام ہیں اور احادیث میں ان کی سخت ممانعت آئی ہے تا کہ ان بدعات سے بچ کر صحیح اعمال اختیار کئے جائیں۔

ایک بڑی غلط فہمی

بہت سے لوگ پروپیگنڈہ کی وجہ سے ایسا سمجھتے ہیں کہ محرم اور عاشورہ کی یہ اہمیت اور فضیلت حضرت سیدنا حسینؓ کی شہادت سے متعلق ہے۔ یہ بالکل غلط ہے۔ شریعت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مکمل ہوگئی تھی۔ سیدنا حسینؓ کا واقعہ تو بہت بعد میں پیش آیا۔ خلفاء راشدین کا دور ختم ہوچکا اس کے بھی کئی سال کے بعد۔ بھلا اس سے شریعت کے کسی مسئلہ کا تعلق کیا ہوسکتا ہے۔

سیدنا حسینؓ کا واقعۂ شہادت بلاشبہ بہت دردناک اور تکلیف دہ واقعہ ہے۔ لیکن اسلام میں ماتم کرنا جائز نہیں۔ اسلام ماتم کا دین نہیں ہے۔ اسلامی تاریخ کا ہر ہر ورق شہداء کے خون سے رنگین ہے۔ اگر ماتم کیے جائیں تو ہر دن ماتم ہی کرنا ہوگا۔ حضرت عمرؓ کی شہادت، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت، حضرت علیؓ کی شہادت بلکہ اس سے قبل حضرت سید الشہداء حمزہؓ کی شہادت، غزوۂ موتہ کے شہداء کا واقعہ، بیر معونہ کا واقعہ، غزوۃ الرجیع کا واقعہ۔ یہ واقعات جو آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی درد و غم کا باعث بنے تھے۔ ان کو کیوں بھول جائیں۔ لیکن اسلام ماتم کرنے کی تعلیم نہیں دیتا بلکہ دین کے لئے جان و مال قربان کرنے کی تعلیم دیتا ہے۔ ان ہمارے بزرگوں نے دینِ حق کے لئے جانیں دیں، ہم دین کے لئے کیا قربانی پیش کر رہے ہیں۔ یہ سوچنے کی بات

ہے۔ حضرت حسینؓ کی شہادت کے واقعہ کو بعض دشمنان دین اس انداز سے پیش کرتے ہیں کہ جس کی وجہ سے ایک عام آدمی صرف دس محرم کو ہی نہیں بلکہ پورے محرم کے مہینے کو رنج و غم کا مہینہ سمجھنے لگتا ہے، جبکہ حدیث کی روشنی میں معلوم ہوتا ہے کہ شہادت تو وہ مرتبہ عظیم اور نعمت عظمیٰ ہے جس کے حصول کی پیارے پیغمبر ﷺ نے یوں خواہش کی تھی کہ میں شہید کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں پھر شہید کیا جاؤں، چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ:

عن ابی ھریرۃؓ قال سمعت النَّبی ﷺ یقول والَّذی نفسی بیدہ لو لا انَّ رجالا مِّن المؤمنین لا تطیب انفسھم ان یتخلفوا عنِّی، ولا اجد ما احملھم علیہ ، ما تخلفت عن سریۃ تغزو فی سبیل اللہ ، والَّذی نفسی بیدہ لوددت انِّی اقتل فی سبیل اللہ ثمَّ اُحیٰ، ثمَّ اُقتل، ثمَّ اُحیٰ ،ثُمَّ اُقتل، ثمَّ اُحیْ ،ثُمَّ اُقتل۔(مسلم۱۸۷۶)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا۔ آپ ﷺ ارشاد فرمارہے تھے۔

قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے، اگر ایمان والوں میں سے کچھ لوگ ایسے نہ ہوتے جن کا دل جہاد میں مجھ سے پیچھے رہنے کو گوارا نہیں کرتا (اور میں مسلمانوں پر شاق نہ سمجھتا تو میں کسی پلٹن سے کبھی پیچھے نہ رہتا جو اللہ کے راستے میں جہاد کرتے ہیں) اور میرے پاس اتنی سواریاں نہیں کہ انھیں سوار کر کے اپنے ساتھ لے چلوں، اور نہ وہ خود اس کی گنجائش پاتے ہیں اور ان پر شاق ہے یہ بات کہ وہ مجھ سے الگ رہیں (اگر یہ بات نہ ہوتی) تو میں کسی بھی چھوٹے سے چھوٹے لشکر کے ساتھ جانے سے نہ رکتا۔ جو اللہ کے راستے میں جہاد کے لئے جارہا ہوتا۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے، میری یہ تمنا ہے کہ میں اللہ کے راستے میں قتل کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر قتل کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر قتل کیا جاؤں۔

اس حدیث مبارک سے معلوم کہ اللہ رب العزت نے اس دن حضرت حسینؓ کو شھادت کے اس عظیم الشان مرتبہ سے نوازہ جس کی خود پیارے پیغمبر ﷺ نے آرزو اور خواہش کی تھی۔ اور یہی وہ مرتبہ ہے جس کے حصول کے

بعد انسان حیات جاودانی حاصل کرلیتا ہے، اور اس مرتبہ پر فائز ہو جاتا ہے کہ خود قرآن اس کے بارے میں یہ فیصلہ فرماتا ہے۔

{ وَلَا تَقُولُواْ لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ ٱللَّهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَٰكِن لَّا تَشْعُرُونَ } [البقرۃ آیت۱۵۴]

جو شخص اللہ کے راستہ میں قتل کر دیا جائے اس کو مردہ مت کھو بلکہ وہ زندہ ہے لیکن تم اس کا شعور نھیں رکھتے۔

رنج اور غم کا اظھار تو کسی کی موت پر ہو تا ہے، اور جس کو حیات جاودانی عطا کی گئی ہو اس پر یہ صدیوں تک کا غم منانا کیسا؟

شاہ عبد الحق محدّث دہلوی ؒ ماثبت بالسّنۃ میں لکھتے ہیں کہ شیخ ابن حجر ہیثمی مصری ؒ جو مکہ مکرمہ کے مفتی اور اپنے وقت کے شیخ الفقھاؑ والمحدثین تھے اپنی کتاب الصواعق المحرقہ میں لکھتے ہیں:

جان لو کہ حضرت حسینؓ کو عاشورہ کے دن جو مصیبت لاحق ہوئی وہ صرف شہادت تھی، جس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کا درجہ اور مرتبہ بلند فرمایا اور اہل بیت طاہرین کے درجات سے ملحق کر دیا، تو اگر کوئی اس دن اس مصیبت کو یاد کرے تو "انّا للہ وانّا الیہ راجعون " پڑھے۔ تاکہ حکم کی فرمانبرداری ہو جائے اور موعودہ ثواب حاصل ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے "اِنّا للہ" پڑھنے والوں کے لئے فرمایا ہے۔

{ أُولَـٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَأُولَـٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ }

ایسے لوگوں پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے صلوٰۃ اور رحمت ہے اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔

اور فرماتے ہیں:

وایّاہ ثم ایّاہ ان یشغلہ ببدع الرافضۃ من الندب والنیاحۃ والحزن اذ لیس ذالک من اخلاق المؤمنین والا لکان یوم وفاتہ ﷺ اولیٰ بذالک واحریٰ۔

(الصواعق المحرقہ ص ۵۳۴،ج۲)

ترجمہ: اور خبردار اس ماہ محرم میں روافض کی بدعات میں مبتلا نہ ہونا، جیسے مرثیہ خوانی، آہ وبکاہ، اور رنج والم وغیرہ کیونکہ یہ مسلمانوں کے شایان شان نہیں، اگر ایسا کرنا جائز ہوتا تو اس کا زیادہ مستحق پیارے پیغمبر ﷺ کا یوم وفات ہو سکتا تھا۔

غم منانا

سب سے پہلی برائی جو اس مبارک مہینے میں اور خاص طور پر یوم عاشورہ (دس محرم) کو کیجاتی ہے وہ ہے غم منانا، یاد رکھئے از روئے حدیث کسی کی موت پر تین دن سے زیادہ غم منانا جائز نہیں، سوائے بیوی کے کہ اس کو حکم ہے کہ وہ اپنے شوہر کی موت پر چار ماہ اور دس دن تک سوگ منائے۔

ماتم منانا

محرم الحرام میں حضرت حسینؓ کی شہادت کی وجہ سے ماتم کرنا، کپڑے پھاڑنا اور مرثیہ وغیرہ پڑھنا نہ صرف یہ کہ منع ہے بلکہ اس کو سننا بھی گناہ ہے اور دیکھنا بھی۔ شیخ احمد رومیؒ اپنی کتاب مجالس الابرار (ص ۲۵۳) میں لکھتے ہیں:

واَمَّا اتحاذہ ماتمًا لاجل قتل حسین بن علیؓ کما یفعلہ الرَّوافض فھو من عمل:

" الذین ضل سعیھم فی الحیوٰۃ الدنیا وھم یحسبون انھم یحسنون صنعا "۔

اذ لم یامر اللہ ولا رسولہ با تخاذ ایام مصائب الانبیأ و موتھم ماتما فکیف بما دونھم۔

اور عاشورہ کو حضرت حسین بن علیؓ کے قتل کی وجہ سے ماتم بنالینا، جیسا کہ روافض کرتے ہیں پس یہ ان لوگوں کے عمل میں سے ہے جن کے بارے میں قرآن کریم میں ارشاد ہے:

الذین ضل سعیهم فی الحیوٰة الدنیا وهم یحسبون انهم یحسنون صنعا۔

کہ وہ لوگ جن کی عملی کوشش دنیاوی زندگی میں برباد ہو گئی اور وہ یہ گمان کرتے ہیں کہ وہ بہت اچھا کام کر رہے ہیں۔ جبکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے انبیأ کے مصائب اور اموات کے دن ماتم کرنے کا حکم نہیں دیا، تو پھر اوروں کے لئے ماتم کیسے کیا جا سکتا ہے۔ اور فرماتے ہیں:

والقاص الذی یذکر الناس قصة القتل یوم عاشورا ویحرق ثوبه ویکشف رأسه ویأمرهم بالقیام والتسبیع تأسفا علیٰ المصیبة یجب علی ولا ت الدین ان یمنعو منهم والمستمعون لا یعذرون فی الاستماع۔

اور وہ قصہ گو جو لوگوں کو یاد دلائے قصہ قتل یوم عاشورہ کا، اور پھاڑ ڈالے اپنے کپڑے، اور اپنا سر کھول لے، اور لوگوں کو کھڑا کر کے رنج اور تأسف کی حالت میں (حضرت حسینؓ) کی شھادت پر بیہودہ کلمات بکتے ہیں۔ تو دین کے حاکموں اور عَلم برداروں پر واجب ہے کہ ان کو منع کریں اور روکیں۔ اور (جو جوگ ایسی مجالس میں شرکت کریں یا ان کو سنیں) تو ان کو سننے پر معذور نہ

سمجھا جائے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ماتم کرنے والے، دیکھنے والے اور سننے والے سب کے سب گناہ گار ہیں۔ اور والیان دین پر انکا، روکنا واجب ہے۔

نوحہ کرنا

یوم عاشورہ کی بدعات میں سے ایک بدعت نوحہ کرنا بھی ہے۔ عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ دس محرم کو لوگ نوحہ کرتے ہیں، گال پیٹتے ہیں، اور سر کے بال وغیرہ کھول لیتے ہیں زنجیر زنی کر کے اپنے نفوس کو تکلیف پہنچاتے ہیں، جس کی حدیث میں سخت ممانعت آئی ہے۔ حضرت ابو سعیدؓ سے روایت ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے لعنت فرمائی ہے نوحہ کرنے والے اور اس کی طرف کان لگانے والے پر۔ (ابو داؤد)

اور ایک حدیث میں حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہے۔ کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا: لَيْسَ مِنَّا مَنْ ضَرَبَ الْخُدُوْدَ وشقَّ الجيوب ودَعا بدعوة الجاهليَّة۔ (بخاری و مسلم)

ہم میں سے نہیں ہے وہ شخص جو اپنے گال پیٹے، اور گریبان چاک کرے اور جاہلیت کے زمانے کے طور وطریقے اختیار کرے۔

دوسری حدیث میں پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو ماتم آنکھ اور دل سے ہو وہ جائز ہے، اور جو ہاتھ اور زبان سے ہو وہ شیطانی فعل ہے۔(مشکوٰۃ)

مرثیہ گانا

محرم کی بدعات میں سے ایک بدعت مرثیہ گانا ہے پورے مہینے میں حضرت حسینؓ کے مرثیہ کو گا گا کر پڑھا جاتا ہے اور پھر اس کو پڑھ کر روتے، چیختے اور چلاّتے ہیں، حالانکہ ان مرثیوں کی اکثر روایات بلکل غلط اور موضوع ہوتی ہیں اور اس کو پڑھنا اور سننا باعث اجر وثواب سمجھا جاتا ہے۔ جبکہ شریعت میں مصیبت کے وقت بالقصد وارادہ رونے سے منع فرمایا ہے احادیث میں اس کی صاف ممانعت آئی ہے۔ ابن ماجہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے

مرثیوں سے منع فرمایا ہے۔ نیز حضرت عبد الرحمٰن ؓ پیارے پیغمبر ﷺ کا ارشاد نقل فرماتے ہیں:

صوتان ملعونان فی الدُّنیا والآخرۃ مزمار عند نغمۃ ورنۃ عند مصیبۃ۔

دو آوازیں جو دنیا اور آخرت میں ملعون ہیں خوشی کے وقت گانا بجانا، اور مصیبت کے وقت مرثیہ پڑھنا اور نوحہ کرنا۔ (بزار، جمع الفوائد ج ۱ ص ۱۳۰)

اور جو مرثیہ مصیبت کے وقت بھی نہیں بلکہ صدیوں بعد کیا جائے وہ کیونکر جائز ہو سکتا ہے۔

سیاہ لباس پھننا

محرم کی بدعات میں سے ایک بدعت سیاہ لباس پھننا ہے جبکہ شریعت میں کسی خاص رنگ یا لباس کا اس لئے اختیار کرنا کہ اس سے رنج و غم کا اظہار مقصود ہو ممنوع ہے۔ ابن ماجہ میں حضرت

عمران بن حصینؓ سے ایک قصے میں منقول ہے کہ ایک جنازہ میں رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو دیکھا کہ غم میں چادر اتار کر صرف کرتہ پہنے ہیں، یہ وہاں غم کی اصطلاح تھی۔ آپ ﷺ نہایت ناخوش ہوئے اور فرمایا کہ جاہلیت کے کام کرتے ہو یا جاہلیت کی رسم کی مشابہت کرتے ہو، میرا تو یہ ارادہ ہوگیا تھا کہ تم پر ایسی بددعا کروں کہ تمہاری صورتیں مسخ ہوجائیں۔ پس فوراً ان لوگوں نے اپنی چادریں اوڑھ لیں اور پھر کبھی ایسا نہیں کیا۔ اس سے ثابت ہوا کہ کوئی خاص وضع وہیئت اظہار غم کے لئے بنانا بھی حرام ہے۔

شیعہ حضرات جو اس ماہ میں سیاہ لباس پہن کر ماتم مناتے ہیں یہ خود ان کے اپنے مقتدایان مذہب کے فیصلے کے بھی سراسر خلاف ہے چنانچہ امام جعفر صادقؒ سے جب سوال کیا گیا کہ عورتیں سیاہ کپڑے پہن کر نماز پڑھیں تو فرمایا کہ سیاہ کپڑوں میں نماز نہیں ہوتی کہ یہ دوزخیوں کا لباس ہے۔ اور امیر المؤمنین نے اصحاب کو سکھلایا کہ سیاہ لباس نہ پھنو کیونکہ سیاہ پوشی فرعون کا لباس ہے۔ اور فرمایا کہ حق تعالیٰ نے ایک نبی کے پاس وحی بھیجی کہ مؤمنوں سے کھدے کہ میرے دشمنوں کا لباس نہ پھنیں یعنی سیاہ کپڑے۔

(بار الرجی ص ۲۱۵۔۲۱۶۔ ۲۴۲ مصنف ملا بہاؤالدین عاملی

یوم عاشورہ کی چھٹی

دیکھا جاتا ہے کہ لوگ عام طور پر اس دن چھٹی کر دیتے ہیں حالانکہ یہ کئی وجوہ سے غلط ہے۔ ایک یہ کہ شیعوں کے ساتھ مشابہت ہے اور ان کے عزائم وارادوں کو بڑھا دینا ہے اور ان منکرات کی تائید و تقویت ہے۔ دوسرے یہ کہ شیعہ اس دن ماتم کرتے ہیں۔ سخت مصیبت و مشقت اور محنت کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ مسلمان چھٹی کر کے ان کے تماش گیر بن جاتے ہیں جبکہ منکرات کو دیکھنا بھی غلط ہے۔ وغیرہ وغیرہ

تعزیہ کی بدعت

تعزیہ بنانے کا کوئی ثبوت نہیں ملتا اور اس کا بنانا رسومات میں داخل ہونے کی وجہ سے سخت گناہ ہے۔ مال اچھی اور جائز کمائی سے ہونا چاہیے اور خرچ بھی صحیح مصرف میں ہونا چاہیے اور بعض عوام جہلاء تو تعزیہ کے سامنے نذر و نیاز کرتے ہیں جس کا کھانا "وما اھل بہ لغیر اللّٰہ" میں داخل ہو کر حرام ہے۔ اس کے آگے دست بستہ تعظیم سے کھڑا ہونا اور عرضیاں لٹکانا اور اس کے دیکھنے کو ثواب سمجھنا سخت معصیت ہے اور بعض ان میں سے درجہ شرک تک پہنچے ہوئے ہیں۔

"اَتَعْبُدُوْنَ مَاتَنْحِتُوْنَ" (کیا ایسی چیز کو پوجتے ہو جس کو خود تراشتے ہو؟) میں داخل ہو کر موجب کفر و شرک ہے۔ العیاذ باللہ (بارہ مہینوں کے فضائل واحکام ص ۹۱)

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف اس کی نسبت اور ان کا نام اس پر چسپاں کرنا

بلکہ بعض جہلا تو یہاں تک خیال کرتے ہیں کہ اس میں شاید حضرت حسینؓ جلوہ افروز ہیں۔ بعض نادان یوں کہتے ہیں کہ جناب اس کو حضرت حسینؓ کے ساتھ نسبت ہو گئی اور ان کا نام لگ گیا، اس لئے یہ تعزیہ قابل تعظیم ہو گیا۔

جواب اس کا یہ ہے کہ نسبت کی تعظیم ہونے میں کوئی کلام نہیں مگر جب کہ نسبت واقعی ہو۔ مثلاً حضرت امام حسینؓ کا کوئی لباس ہو یا اور کوئی ان کا تبرک ہو۔ ہمارے نزدیک بھی وہ قابل تعظیم ہیں اور جو نسبت اپنی طرف سے تراشی ہوئی ہو وہ ہرگز اسباب تعظیم سے نہیں ورنہ کل کو کوئی خود امام حسینؓ ہونے کا دعویٰ کرنے لگے تو چاہئے کہ اس کو اور زیادہ تعظیم کرنے لگو۔ حالانکہ بالیقین اس کو گستاخ و بے ادب قرار دے کر اس کی سخت توہین کے در پے ہو جاؤ گے، اس سے معلوم ہوا کہ نسبت کاذبہ سے وہ شے معظم نہیں ہوتی، بلکہ اس کذب کی وجہ سے زیادہ اہانت کے قابل ہوتی ہے۔ اس بناء پر انصاف کرلو کہ یہ تعزیہ تعظیم کے قابل ہے یا اہانت کے۔

تعزیہ کے ساتھ باجے بجاتے ہیں، اس کے دفن کرنے کی جگہ کو زیارت گاہ سمجھتے ہیں، مرد و عورتیں آپس میں بے پردہ ہو جاتے ہیں، نمازیں نہیں پڑھتے، ان سب امور کی برائی ہر مسلمان جانتا ہے۔

ماتمی جلوس کی ابتداء

..محرّم کے ماتمی جلوسوں کی بدعت چوتھی صدی کے وسط میں معزالدولہ دیلمی نے ایجاد کی۔ شیعوں کی مستند کتاب

''منتہی الآمال''(ج:۱ ص:۴۵۳) میں ہے:

''جملہ(ای مؤرّخین)نقل کردہ اند کہ ۳۵۲ھ(سی صدوپنجاہ ودو)روز عاشور معزالدولہ دیلمی امر کرد اہلِ بغداد را بہ نوحہ ولطمہ وماتم بر امام حسین وآنکہ زنہا مویہارا پریشان وصورتہارا سیاہ کنند وبازارہارا بہ بندند، وبردکانہا پلاس آویزاں نمائند، وطباخین طبخ نہ کنند، وزنہائے شیعہ بیروں آمدند درحالیکہ صورتہارا بہ سیاہی دیگ وغیرہ سیاہ کردہ بودند وسینہ می زدند، ونوحہ می کردند، سالہا چنیں بود۔ اہلِ سنت عاجز شدند ازمنع آں، لکون السلطان مع الشیعۃ۔''

ترجمہ:... ''سب مؤرِّخین نے نقل کیا ہے کہ ۳۵۲ھ میں عاشورہ کے دن معزالدولہ دیلمی نے اہلِ بغداد کو اِمام حسین رضی اللہ عنہ پر نوحہ کرنے، چہرہ پیٹنے اور ماتم کرنے کا حکم دیا اور یہ کہ عورتیں سر کے بال کھول کر اور منہ کالے کرکے نکلیں، بازار بند رکھے جائیں، دُکانوں پر ٹاٹ لٹکائے جائیں اور طباخ کھانا نہ پکائیں۔ چنانچہ شیعہ خواتین نے اس شان سے جلوس نکالا کہ دیگ وغیرہ کی سیاہی سے منہ کالے کئے ہوئے تھے اور سینہ کوبی ونوحہ کرتی ہوئی جارہی تھیں۔ سالہا سال تک یہی رواج رہا اور اہلِ سنت اس (بدعت) کو روکنے سے عاجز رہے، کیونکہ بادشاہ شیعوں کا طرف دار تھا۔''

حافظ ابنِ کثیرؒ نے ''البدایہ والنہایہ'' میں ۳۵۲ھ کے ذیل میں یہی واقعہ اس طرح نقل کیا ہے:

''فی عاشر المحرّم من هٰذه السنة أمر معز الدولة بن بويه -قبحه الله- ان تغلق الأسواق، وان يلبس النساء المسوح من الشعر، وأن يخرجن فى الأسواق، حاسرات عن وجوههن، ناشرات شعورهن، يلطمن وجوههن، ينحن على الحسين بن على بن أبى طالب. ولم يكن أهل السنّة منع ذٰلک لكثرة الشيعة وظهورهم، وكون السلطان معهم۔''

(البدایہ والنہایہ ج:۱۱ ص:۲۴۳)

ترجمہ:... ''اس سال (۳۵۲ھ) کی محرم دسویں تاریخ کو معزالدولہ بن بویہ دیلمی نے حکم دیا کہ بازار بند رکھے جائیں، عورتیں بالوں کے ٹاٹ پہنیں اور ننگے سر، ننگے منہ، بالوں کو کھولے ہوئے، چہرے پیٹتی ہوئی اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ پر نوحہ کرتی، بازاروں میں نکلیں، اہلِ سنت کو اس سے روکنا ممکن نہ ہوا، شیعوں کی کثرت وغلبہ کی وجہ سے اور اس بنا پر کہ حکمران ان کے ساتھ تھا۔''

اس سے واضح ہے کہ چوتھی صدی کے وسط تک اُمت ان ماتمی جلوسوں سے یکسر ناآشنا تھی، اس طویل عرصے میں کسی سنی امام نے تو در کنار، کسی شیعہ مقتدا نے بھی اس بدعت کو رَوا نہیں رکھا، ظاہر ہے کہ ان ماتمی جلوسوں میں اگر ذرا بھی خیر کا پہلو ہوتا تو خیر القرون کے حضرات اس سے محروم نہ رہتے، حافظ ابنِ کثیرؒ کے بقول:

"وھٰذا تکلف لَا حاجة إلیه فی الْإسلام، ولو کان ھٰذا أمرًا محمودًا لفعله خیر القرون وصدر ھٰذہ الأُمَّة وخیرتھا۔ وھم أولٰی به "لو کان خیر ما سبقونا الیه" وأھل السنة یقتدون ولَا یبتدعون۔" (البدایہ والنہایہ ج:۱۱ ص:۲۵۴)

ترجمہ:... "اور یہ ایک ایسا تکلف ہے جس کی اسلام میں کوئی حاجت و گنجائش نہیں، ورنہ اگر یہ اَمر لائقِ تعریف ہوتا تو خیر القرون اور صدرِ اوّل کے حضرات جو بعد کی اُمت سے بہتر و افضل تھے، وہ اس کو ضرور کرتے کہ وہ خیر و صلاح کے زیادہ مستحق تھے، پس اگر یہ خیر کی بات ہوتی تو وہ یقیناً اس میں سبقت لے جاتے۔ اور اہلِ سنت، سلف صالحین کی اقتدا کرتے ہیں، ان کے طریقے کے خلاف نئی بدعتیں اختراع نہیں کیا کرتے۔"

الغرض جب ایک خودغرض حکمران نے اس بدعت کو حکومت و اقتدار کے زور سے جاری کیا اور شیعوں نے اس کو جزوِ ایمان بنالیا تو اس کا نتیجہ کیا نکلا؟ اگلے ہی سال یہ ماتمی جلوس سنی شیعہ فساد کا اکھاڑا بن گیا اور قاتلینِ حسین نے ہر سال ماتمی جلوسوں کی شکل میں معرکہ کربلا برپا کرنا شروع کردیا، حافظ ابنِ کثیرؒ ۳۵۳ھ کے حالات میں لکھتے ہیں:

"ثم دخلت سنة ثلاث وخمسین وثلاث مائة، فی عاشر المحرّم منھا عملت الرافضة عزأ الحسین کما تقدم فی السنة الماضیة، فاقتتل الروافض وأھل السُّنَّة فی ھٰذا الیوم قتالًا شدیدًا وانتھبت الأموال۔" (البدایہ والنہایہ ج:۱۱ ص:۲۵۳)

ترجمہ:... "پھر ۳۵۳ھ شروع ہوا تو رافضیوں نے دس محرّم کو گزشتہ سال کے مطابق ماتمی جلوس نکالا، پس اس دن روافض اور اہلِ سنت کے درمیان شدید جنگ ہوئی اور مال لوٹے گئے۔"

چونکہ فتنہ وفساد ان ماتمی جلوسوں کا لازمہ ہے، اس لئے اکثر وبیشتر اسلامی ممالک میں اس بدعتِ سیئہ کا کوئی وجود نہیں، حتیٰ کہ خود شیعی ایران میں بھی اس بدعت کا یہ رنگ نہیں جو ہمارے ہاں کربلائی ماتمیوں نے اختیار کر رکھا ہے، حال ہی میں ایران کے صدر کا بیان اخبارات میں شائع ہوا، جس میں کہا گیا:

''علم اور تعزیہ غیر اسلامی ہے۔ عاشورہ کی مروّجہ رُسوم غلط ہیں۔ ایران کے صدر خامنہ ای کی تنقید۔ تہران (خصوصی رپورٹ) ایران کے صدر خامنہ ای نے کہا ہے کہ یومِ عاشورہ پر امام حسین رضی اللہ عنہ کی یاد تازہ کرنے کے مروّجہ طریقے یکسر غلط اور غیر اسلامی ہیں۔ اسلام آباد کے انگریزی اخبار ''مسلم'' کی رپورٹ کے مطابق ایرانی سربراہِ مملکت نے نمازِ جمعہ کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے مزید کہا کہ یہ طریقہ نمود ونمائش

پر مبنی اور اسلامی اُصولوں کے منافی ہے۔ فضول خرچی اور اسراف ہمیں امام حسین رضی اللہ عنہ کے راستے سے دُور کر دیتا ہے۔ انہوں نے علم اور تعزیے کی مخالفت کرتے ہوئے کہا کہ خواہ یہ محراب وگنبد کی شکل میں ہی کیوں نہ ہوں، یاد تازہ کرنے کی اسلامی شکل نہیں، ان نمائشی چیزوں پر رقم خرچ کرنا حرام ہے اور عاشورہ کی رُوح کے منافی ہے، کیونکہ یومِ عاشورہ تفریح کا دِن نہیں ہے۔ امام خمینی کے فتویٰ کا حوالہ دیتے ہوئے صدر خامنہ ای نے کہا کہ مذہبی تقریبات کے دوران لاؤڈ اسپیکر کو بہت اُونچی آواز میں استعمال نہیں کرنا چاہئے اور عزاداری کے مقام پر بھی پڑوسیوں کو کوئی تکلیف نہیں پہنچانا چاہئے۔ لوگوں کو ماتم کرنے پر مجبور نہیں کرنا چاہئے اور نہ ہی اس رسم کو لوگوں کے لئے تکلیف دہ ہونا چاہئے۔'' (روزنامہ ''جنگ'' کراچی پیر ۱۹/محرم ۱۴۰۵ھ، ۱۵/اکتوبر ۱۹۸۴ء)

ہند و پاک میں یہ ماتمی جلوس انگریزوں کے زمانے میں بھی نکلتے رہے اور "اسلامی جمہوریہ پاکستان" میں بھی ان کا سلسلہ جاری رہا۔ اہلِ سنت نے اکثر و بیشتر فراخ دِلی و رواداری سے کام لیا اور فضا کو پُر امن رکھنے کی کوشش کی، لیکن ان تمام کوششوں کے باوجود کبھی یہ بدعت فتنہ و فساد سے مبرا نہیں رہی۔ انگریزوں کے دور میں تو ان ماتمی جلوسوں کی اجازت قابلِ فہم تھی کہ "لڑاؤ اور حکومت کرو" انگریزی سیاست کی کلید تھی، لیکن یہ بات نا قابلِ فہم ہے کہ قیامِ پاکستان کے بعد اس فتنہ و فساد کی جڑ کو کیوں باقی رکھا گیا، جو ہر سال بہت سی قیمتی جانوں کے ضیاع اور ملک کے دو طبقوں کے درمیان کشیدگی اور منافرت کا موجب ہے...؟ بظاہر اس بدعتِ سیئہ کو جاری رکھنے کے چند اسباب ہو سکتے ہیں:

ایک یہ کہ ہمارے اربابِ حل وعقد نے ان ماتمی جلوسوں کے حسن و قبح پر نہ تو اسلامی نقطۂ نظر سے غور کیا اور نہ ان معاشرتی نقصانات اور مضرتوں کا جائزہ لیا جو اِن تمام ماتمی جلوسوں کے لازمی نتائج کے طور پر سامنے آتے ہیں۔ ایک نظام جو انگریزوں کے زمانے سے چلا آتا تھا، انہوں نے بس اسی کو جوں کا توں برقرار رکھنا ضروری سمجھا اور اس میں کسی تبدیلی کو شانِ حکمرانی کے خلاف تصوّر کیا۔ عاشورائے محرّم میں جو قتل و غارت اور فتنہ و فساد ہوتا ہے، وہ ان کے خیال میں کوئی غیر معمولی بات نہیں، جس پر کسی پریشانی کا اظہار کیا جائے، یا اسے غور و فکر کے لائق سمجھا جائے۔

دُوسرا سبب یہ کہ اہلِ سنت کی جانب سے ہمیشہ فراخ قلبی و رواداری کا مظاہرہ کیا گیا، اور ان شر انگیز ماتمی جلوسوں پر پابندی کا مطالبہ نہیں کیا گیا، اور ہمارے حکمرانوں کا مزاج ہے کہ جب تک مطالبے کی تحریک نہ اُٹھائی جائے وہ کسی مسئلے کو سنجیدہ غور و فکر کا مستحق نہیں سمجھتے۔

تعزیہ کا جلوس دیکھنا

مگر پھر بھی ان دنوں میں مسلمانوں کی کثیر تعداد ماتم کی مجالس اور تعزیہ کے جلوسوں کا نظارہ کرنے کے لئے جمع ہو جاتی ہے۔ جس میں کئی طرح کے گناہ ہیں۔ ایک یہ کہ اس میں دشمنان

صحابہؓ اور دشمنان قرآن کے ساتھ تشبہ ہے، اور پیارے پیغمبر ﷺ کا ارشاد ہے:

من تشبّہ بقوم فھو منھم۔ جس نے کسی قوم سے مشابہت اختیار کی وہ اسی میں شمار ہو گا۔ دوسرا گناہ یہ ہے کہ اس سے ان دشمنان اسلام کی رونق بڑھتی ہے۔ جو کہ بہت بڑا گناہ ہے، پیارے پیغمبر ﷺ کا ارشاد ہے:

من کثر سواد قوم فھو منھم۔

جس نے کسی قوم کی رونق کو بڑھایا وہ انھی میں سے ہے۔

شاہ عبد العزیز محدّث دھلویؒ فتوٰی عزیزی میں لکھتے ہیں کہ تعزیہ داری جو مبتدعین کرتے ہیں بدعت ہے جو مبتدع کو خدا کی لعنت میں گرفتار کردیتی ہے اور اس کے فرائض اور نوافل بھی درگاہ خداوندی میں مقبول نہیں ہوتے۔ ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں، تعزیہ کے تابوت کی زیارت کرنا، اور اس پر فاتحہ پڑھنا، اور مرثیہ پڑھنا اور کتاب سننا اور فریاد کرنا اور سینہ کوبی کرنا اور حضرت حسینؓ کے ماتم میں اپنے آپ کو زخمی کرنا یہ سب چیزیں ناجائز ہیں۔ (فتاویٰ عزیزی ص ۱۵۵، ۷۳) اس لئے مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ ان مجالس میں جانے اور تعزیہ کے جلوسوں میں شریک ہونے سے پرہیز کریں، ورنہ شرکت کے باعث خواہ وہ تماشہ بینی کے طور پر ہی کیوں نہ ہو عذاب الٰہی کے مستحق ہوں گے۔

ایصال ثواب کے لئے کھانا پکانا

محرم کے مہینے میں بالخصوص نویں، دسویں اور گیارہویں تاریخ میں کھانا پکا کر حضرت حسینؓ کی روح کو ایصال ثواب کرتے ہیں، حضرت حسینؓ کے نام کی

دیگیں پکائی جاتی ہیں، روٹیاں تقسیم کی جاتی ہیں، اور بعض علاقوں میں روٹیاں گھروں کی چھتوں سے جلوس پر پھینکی جاتی ہیں جن میں سے اکثر زمین پر گر کر پاؤں میں روندی جاتیں ہیں سب ناجائز ہے، بعض لوگوں کا خیال یہ ہے کہ عاشورہ کے دن کھچڑا پکنا ضروری ہے، اگر کھچڑا نہیں پکایا تو عاشورہ کی فضیلت حاصل نہیں ہوگی، اس قسم کی کوئی بات نہ تو پیارے پیغمبر ﷺ نے بیان فرمائی ہے اور نہ ہی صحابہ کرامؓ نے اور تابعینؒ نے اور بزرگان دین نے اس پر عمل کیا، صدیوں تک اس عمل کا کوئی وجود نہیں ملتا اس لئے یہ طریقہ غلط ہے۔

ایصال ثواب کا سب سے افضل طریقہ:

یہ ہے کہ اپنی وسعت کے مطابق نقد رقم کسی کار خیر میں لگا دیں جو صدقہ جاریہ والے اعمال ہیں ان میں لگا دیں کہ جب تک وہ چیز باقی رہے گی برابر اس کو ثواب ملتا رہے گا، یا کسی مسکین کو دے دیں۔ یہ طریقہ اس لئے افضل ہے کہ اسے مسکین اپنی ضرورت اور مرضی کے مطابق خرچ کر سکے گا۔ اور یہ

صورت ریا اور نمود سے بھی پاک ہے۔ جبکہ مروّجہ طریقوں میں مختلف قسم کی قباحتیں پائی جاتی ہیں۔

حضرت حسینؓ کے نام کی سبیلیں لگانا

اسی طرح محرم کے مہینے میں حضرت حسینؓ کے نام کی سبیلیں لگائی جاتی ہیں جن میں لوگوں کو شربت پلایا جاتا ہے اور اس میں ان کا یہ عقیدہ ہوتا ہے کہ اس سے ان شہیدوں کی پیاس بجھے گی جو میدان کربلا میں پیاسے شہید ہو گئے تھے اس لئے کہ شربت مسکن عطش ہے تو سمجھنا چاہئے کہ یہ عقیدہ رکھنا کہ جو چیز صدقے میں دی جاتی ہے میت کو بعینہٖ وہی چیز ملتی ہے یہ خیال بلکل باطل اور لغو ہے۔ ان کے پاس شربت نہیں پہنچتا بلکہ جو چیز اخلاص کے ساتھ اللہ کی راہ میں دی جائے اس کا ثواب پہنچتا ہے قرآن میں ارشاد فرمایا:

لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَاۤ ؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ ۔

اس آیت میں صراحت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں جانوروں کا گوشت پوست نہیں پہنچتا بلکہ ثواب پہنچتا ہے۔ اس لئے ایصال ثواب میں اپنی طرف سے ایسی تخصیص کہ: سردی ہو یا گرمی، شربت ہی تقسیم کرنا ہے یا زردہ ہی پکانا ہے، یا کھچڑا ضرور پکانا ہے، تو کھانا بھی متعیّن، دن بھی متعیّن، مہینہ بھی متعیّن، حالانکہ شریعت نے ان چیزوں کی تعیین نہیں فرمائی، بلکہ آزادی دی ہے کہ آپ جب چاہیں، جو چاہیں صدقہ کر سکتے ہیں۔ شریعت کی دی ہوئی آزادی پر اپنی طرف سے پابندیاں لگانا سخت گناہ اور بدعت ہے۔

حضرت حسینؓ کے لئے لفظ امام کا استعمال

حضرت مولانا رشید احمد لدھیانوی لکھتے ہیں کہ امام کا لفظ اہل حق کے ہاں بھی استعمال ہوتا ہے اور شیعہ کے ہاں بھی۔ اہل حق کے ہاں اس کا معنیٰ پیشوا، رہبر اور مقتدا کے ہیں، اور اہل تشیع کے ہاں امام عالم الغیب اور معصوم ہوتے ہیں، ان کے ہاں امام کا درجہ نبیوں سے بھی بڑا ہے۔ ظاہر ہے اس لفظ کے استعمال کرنے میں ہم تو وہی معنیٰ ملحوظ رکھتے ہیں جو اہل حق کے ہاں ہیں اس اعتبار سے

تمام صحابہؓ، تابعینؒ، اولیأ اللہ اور علمأ، امام ہیں۔ اس لئے امام ابو بکرؓ، امام عمرؓ، امام عثمانؓ، امام علیؓ، امام ابو ہریرہؓ کہنا چاہیئے۔

پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا:

النجوم امنۃ للسمأ واصحابی امنۃ لامتی۔

میرے سب صحابہ ستاروں کی مانند ہیں، سب کے سب امام ہیں جس کی چاہو اقتدا کر لو، ہر ستارے میں روشنی ہے جس سے چاہو روشنی حاصل کر لو، تمام صحابہؓ کو امام بتایا، اس معنیٰ سے سارے صحابہ اور سارے تابعین، اور تمام علمأ کرام بھی امام ہیں۔ مگر سوچنے کی بات یہ ہے کہ لوگ امام ابو بکرؓ، امام عمرؓ، نہیں کہتے۔ امام حسنؓ اور امام حسینؓ کہتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ یہ اثر مسلمانوں میں کہیں غیر سے آیا ہے، یہ اہل تشیع کا اثر مسلمانوں میں سرایت کر گیا ہے۔ اس لئے اس سے بچنا ضروری ہے۔

علیہ السلام کا اطلاق:

ایسے ہی ان دونوں (یعنی حضرات حسنین رضی اللہ عنہما) کے لئے علیہ السلام بھی وہی لوگ کہتے ہیں جو انھیں انبیأ علیہم السلام کا درجہ دیتے ہیں، اس لئے اس سے بھی احتراز ضروری ہے۔ اور جس طرح دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے ناموں کے ساتھ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دعائیہ کلمات لکھے اور کہے جاتے ہیں ایسے ہی دعائیہ کلمات (یعنی رضی اللہ عنہ) حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کے ساتھ بھی لکھے اور کہے جائیں۔

ماہ محرم کو منحوس سمجھنا

بعض لوگ اپنے بچوں کو امام حسین رضی اللہ عنہ کا فقیر بناتے ہیں اور ان سے بعضے بھیک بھی منگواتے ہیں۔ اس میں اعتقادی فساد تو یہ ہے کہ اس عمل کو اس کی طول حیات میں موثر جانتے ہیں۔ یہ صریح شرک ہے اور بھیک مانگنا بلا اضطرار حرام ہے۔

بعض لوگ محرم میں شادی، بیاہ اور خوشی کی تقریبات نہیں کرتے بلکہ اسے برا اور منحوس سمجھتے ہیں، جو شریعت کے سراسر منافی ہے۔ شریعت میں محرم یا

کسی دوسرے مہینے میں نکاح اور شادی سے منع نہیں کیا گیا بلکہ زیادہ عبادت کا حکم دیا گیا ہے اور نکاح بھی عبادت ہے کہ اس کے ذریعہ سے اللہ رب العزّت کا قرب اور تقویٰ نصیب ہوتا ہے۔ایک حدیث میں پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اذا تزوَّج العبد فقد کمل نصف الدِّین فلیتق اللہ فی النِّصف الباقی۔(شعب الایمان للبیہقی ص۳۸۳ ج۴)

ترجمہ: کہ جب آدمی شادی کرتا ہے تو اسکا آدھا دین مکمل ہو جاتا ہے تو اس کو چاہئے کہ باقی آدھے کے معاملے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرے۔ لھٰذا مسلمانوں کو چاہئے کہ اس مہینے میں زیادہ سے زیادہ نکاح کریں تا کہ اس غلط سوچ کی بیخ کنی ہو۔اس طرح بعض لوگ اس بچے کو جو محرم میں پیدا ہو، اسے منحوس سمجھتے ہیں یہ سب واہیات اور غلط عقائد ہیں جن کا ترک ضروری ہے۔اس لئے تمام مسلمان خود بھی اس کا اہتمام کریں اور دوسروں سے بھی

اس کا اہتمام کروائیں کہ:

اس دن بڑی بڑی طاعات جیسے روزہ وغیرہ کے سوا کسی اور کام میں مشغول نہ ہوں اور ہرگز روافض کی اور شیعوں کی بدعات میں مشغول نہ ہوں۔ جیسے نوحہ اور ماتم اور رونا دھونا۔ یہ مسلمانوں کا طریقہ نہیں۔ ورنہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا دن اس کا زیادہ مستحق تھا۔ اسی طرح نواصب جو اہلِ بیت کے دشمن ہیں ان کا طریقہ بھی اختیار نہ کرو۔ یہ جاہل ہیں۔ فاسد سے فاسد کا اور بدعت کا بدعت سے مقابلہ کرتے ہیں۔ برائی کے مقابلے میں برائی کرتے ہیں۔ اس دن خوشی اور مسرت ظاہر کرتے ہیں۔ اس کو عید بناتے ہیں، زینت ظاہر کرتے ہیں، خضاب لگاتے ہیں، سرمہ لگاتے ہیں، نئے کپڑے پہنتے ہیں، خرچ میں فراخی کرتے ہیں، ایسے کھانے پکاتے ہیں جو عادت کے خلاف ہیں، اور سمجھتے ہیں کہ یہ سب مسنون اور معتاد ہیں۔

حالانکہ سنت ان سب کا ترک ہے۔ اس لئے کہ اس میں کوئی قابل اعتماد اثر وروایت مروی نہیں۔ بعض ائمہ فقہ وحدیث سے پوچھا گیا کہ اس دن سرمہ لگانا، غسل کرنا، مہندی لگانا، دانے پکانا، نئے کپڑے پہننا اور خوشی ظاہر کرنا کیسا ہے؟ تو فرمایا اس میں نہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی صحیح بات مروی ہے نہ کسی صحابی سے، ائمہ اربعہ اور ان کے علاوہ کسی نے بھی ان چیزوں کو مستحب نہیں سمجھا۔ معتبر کتابوں میں نہ کوئی صحیح بات مروی ہے، نہ ضعیف، جو کہا جاتا ہے کہ عاشورہ کے دن جو سرمہ لگائے اس کی آنکھ سال بھر نہ دُکھے گی، جو غسل کرے وہ سال بھر بیمار نہ ہوگا، اور جو اہل و عیال پر وسعت کرے اللہ تعالیٰ اس پر پورے سال وسعت کریں گے، اسی طرح کے اور فضائل جیسے ایک خاص نماز اور یہ کہ اس میں آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی، نوح علیہ السلام کی کشتی جودی پہاڑ پر ٹھہری، ابراہیم علیہ السلام کو آگ سے نجات ملی، اسماعیل علیہ السلام کو مینڈھے کے

ذریعہ بچا لیا گیا، یوسف علیہ السلام یعقوب علیہ السلام کو واپس ملے۔ یہ سب باتیں موضوع ہیں۔ صرف توسعہ علی العیال کی حدیث کہ اس کی سند میں کچھ کلام ہے۔ تو یہ جاہل لوگ اپنی جہالت کی وجہ سے اس دن کو عید بناتے ہیں اور یہ رافضہ اس کو ماتم اور غم کا دن مناتے ہیں۔ یہ دونوں سنت کے خلاف ہیں۔ اور ایسے ہی یہ باتیں بعض حفاظ نے ذکر کی ہیں۔ (ماثبت بالسنۃ صفحہ ۱۶)

عاشورہ کے دن گھر والوں پر وسعت کرنا

ہاں ایک ضعیف اور کمزور حدیث ہے، مضبوط حدیث نہیں ہے، اس حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد منقول ہے کہ جو شخص عاشوراء کے دن اپنے گھر والوں پر اور ان لوگوں پر جو اس کے عیال میں ہیں، مثلاً اس کے بیوی بچے، گھر کے ملازم وغیرہ، ان کو عام دنوں کے مقابلے میں عمدہ اور اچھا کھانا کھلائے اور کھانے میں وسعت اختیار کرے.. تو اللہ تعالیٰ اس کی روزی میں برکت عطا فرمائیں گے۔ یہ حدیث اگرچہ سند کے اعتبار سے مضبوط نہیں ہے لیکن اگر کوئی شخص اس پر عمل کرے تو کوئی مضائقہ نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امید ہے کہ اس عمل پر جو فضیلت بیان کی گئی ہے، وہ انشاء اللہ حاصل ہوگی۔ لہٰذا اس دن گھر والوں پر کھانے میں وسعت کرنی چاہئے، اس کے آگے لوگوں نے جو چیزیں اپنی طرف سے گھڑ لی ہیں، ان کی کوئی اصل اور بنیاد نہیں۔

احادیث موضوعہ

توسعہ علی العیال کی حدیث کی تفصیل گزر چکی کہ وہ معتبر ہے، بقیہ سب باتیں غیر معتبر ہیں۔ علامہ ابن القیمؒ نے بھی تصریح کی ہے کہ عاشورہ کے دن سرمہ لگانا، تیل لگانا، خوشبو لگانا، اس مضمون کی حدیث جھوٹے لوگوں کی گھڑی ہوئی ہیں۔

شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ نے شیخ علی بن محمد ابن عراق کی 'تنزیہ الشریعة المرفوعة عن الاحادیث الموضوعة' سے ایک موضوع حدیث نقل کی ہے۔ جس میں یہ مضمون ہے جو عاشورہ کے دن روزہ رکھے اس کو ساٹھ سال کے روزے اور قیام کا ثواب ملے گا اور جو اس دن روزہ رکھے اس کو دس ہزار فرشتوں کا ثواب ملے گا، اور جو یہ روزہ رکھے اس کو ہزار حاجیوں اور عمرہ کرنے والوں کا ثواب ملے گا، اس کو دس ہزار شہیدوں کا ثواب ملے گا، اس کو سات آسمانوں کا ثواب ملے گا، اور جو کوئی اس دن کسی بھوکے کو کھلائے تو گویا اس نے امت محمدیہ کے سارے فقراء کو پیٹ بھر کر کھلایا۔ اور جس نے کسی یتیم کے سر پر اس دن ہاتھ پھیرا اس کے لئے ہر بال کے بدلہ میں جنت میں ایک درجہ بلند ہوگا۔ اسی دن اللہ تعالیٰ نے ان مخلوقات کو پیدا کیا۔ آسمان،

زمین، قلم، لوح، جبرئیل علیہ السلام، ملائکہ، آدم علیہ السلام، اسی دن ابراہیم علیہ السلام پیدا ہوئے، اسی دن ان کو آگ سے نجات ملی، اسماعیل علیہ السلام کا فدیہ آیا، فرعون غرق ہوا، ادریس علیہ السلام کو آسمان پر اُٹھایا گیا، آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی، داؤد علیہ السلام کی مغفرت ہوئی۔ اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہوئے۔ قیامت اسی دن آئے گی۔

یہ حدیث موضوع ہے۔ ابن الجوزی نے ابن عباسؓ سے موضوعات میں ذکر کیا ہے۔ اس کی آفت حبیب بن ابی حبیب ہے۔ (ماثبت بالسنۃ صفحہ ۲۰)

اس کے بعد شاہ صاحب نے ایک اور موضوع حدیث ذکر کی۔ جس میں یہ باتیں بھی ہیں۔ اسی دن یوسف علیہ السلام قید خانہ سے نکلے، اسی دن یعقوب علیہ السلام کی بینائی واپس ملی، اسی دن ایوب علیہ السلام کی بلا ٹلی، اسی دن یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ سے باہر نکلے..... اسی دن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اگلے پچھلے ذنوب معاف ہوئے، اسی دن قوم یونس علیہ السلام کی دعا قبول ہوئی، جو اس دن روزہ رکھے اس کے لئے چالیس سال کا کفارہ ہوگا، سب سے پہلی مخلوق دنیا کی عاشورہ کا دن ہے، سب سے پہلی بارش اسی دن ہوئی، جو اس دن روزہ رکھے گویا ہمیشہ روزہ رکھا، یہ انبیاء کا روزہ ہے، جس نے اس رات کو زندہ کیا گویا ساتوں آسمان والوں کے برابر عبادت کی، جس نے چار رکعت اس طرح پڑھی کہ ہر رکعت میں ایک مرتبہ سورۂ فاتحہ اور پچاس مرتبہ قل ہو اللہ احد تو اس کے پچاس سال آئندہ اور پچاس سال گذشتہ کے گناہ معاف ہو جائیں گے اور اللہ تعالیٰ اس کے لئے ملأ اعلیٰ میں نور کے ہزار منبر بنا دیں گے، اور جس نے ایک گھونٹ پانی پلا دیا گویا

ایک لمحہ نافرمانی نہیں کی، جس نے اس دن کسی مسکین گھرانے والوں کو پیٹ بھر کھلایا وہ پل صراط پر بجلی کی طرح گزر جائے گا۔ اور جس نے کوئی صدقہ دیا گویا کسی سائل کو کبھی واپس نہیں کیا.........

اور جس نے کسی یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرا گویا اولاد آدمؑ کے سارے یتیموں کے ساتھ بھلائی کی، جس نے کسی مریض کی عیادت کی اس نے تمام اولاد آدمؑ کے بیماروں کی عیادت کی۔

ابن الجوزی نے اس کو موضوعات میں ذکر کیا اور فرمایا کہ اس کے رجال ثقہ ہیں۔ ظاہر یہ ہے کہ بعض متأخرین نے اس کو وضع کر کے اس کے لئے یہ سند جوڑ دی۔ (ماثبت بالسنۃ صفحہ ۲۱)

بہر حال محرم میں جتنی بھی باتیں لوگوں نے ایسی گھڑی ہوئی ہیں جن کا اس ماہ مبارک سے کوئی تعلق نہیں ان کی حیثیت بدعت کی سی ہے اور وہ سب امور ضلالت اور گمراہی میں داخل ہیں۔ اس مبارک مھینے میں دو ہی کام پیارے پیغمبر ﷺ سے ثابت ہیں:

(ا) نو، دس۔ یا دس اور گیارہ، محرم کا روزہ رکھنا اور اپنے اہل و عیال پر وسعت کرنا۔ باقی سب بدعات ہیں۔ اللہ رب العزت بدعات سے بچائے اور اتباع سنت کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

سنہ ہجری اور واقعہ ہجرت کو تازہ کرنے کے لئے ہر نئے ہجری سال پر مباک باد دینے کا عمل آہستہ آہستہ رسم ورواج کا درجہ اختیار کرلیتا ہے، اور اس طرح بدعتیں وجود میں آتی ہیں، ہجرت کے بعد پیارے پیغمبر ﷺ دس سال مدینہ میں رہے، اور آپ ﷺ کے بعد ۳۰ / سال خلافت راشدہ کا زمانہ رہا، صحابہ کرامؓ کی نگاہ میں اس واقعہ کی اتنی اہمیت تھی کہ اس کو اسلامی کلینڈر کی بنیاد و اساس بنایا گیا، اور حضرت عمرؓ کے عہد سے ہی ہجری تقویم کو اختیار کرلیا گیا تھا، لیکن ان حضرات نے کبھی سال نو یا یوم ہجرت منانے کی کوشش نہیں کی، اس سے معلوم ہوا کہ اسلام اس طرح کے رسوم ورواج کا قائل نہیں ہے، کیونکہ عام طور پر رسمیں نیک مقصد اور سادہ جذبہ کے تحت وجود میں آتی ہیں، پھر وہ آہستہ آہستہ دین کا جزو بن کر رہ جاتی ہیں، اس لئے اسلام کو بے آمیز رکھنے کے لئے ایسی رسموں سے گریز ضروری ہے۔

گناہ کر کے اپنی جانوں پر ظلم مت کرو

قرآن کریم نے جہاں حرمت والے مہینوں کا ذکر فرمایا ہے، اس جگہ پر ایک عجیب جملہ یہ ارشاد فرمادیا کہ: فلا تظلموا فیھن انفسکم۔

(سورۃ التوبہ آیت ۳۶)

یعنی ان حرمت والے مہینوں میں تم اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو۔ ظلم نہ کرنے سے مراد یہ ہے کہ ان مہینوں میں گناہوں سے بچو، بدعات اور منکرات سے بچو۔ چونکہ اللہ تعالیٰ تو عالم الغیب ہیں، جانتے تھے کہ ان حرمت والے مہینوں میں لوگ اپنی جانوں پر ظلم کریں گے اور اپنی طرف سے عبادت کے طریقے گھڑ کر ان پر عمل کرنا شروع کر دیں گے، اس لئے فرمایا کہ اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو۔

دوسروں کی مجالس میں شرکت مت کرو

شیعہ حضرات اس مہینے میں جو کچھ کرتے ہیں، وہ اپنے مسلک کے مطابق کرتے ہیں، لیکن بہت سے اہل سنت حضرات بھی ایسی مجلسوں میں اور تعزیوں میں اور ان کاموں میں شریک ہو جاتے ہیں جو بدعت اور منکر کی تعریف میں آجاتے ہیں۔ قرآن کریم نے تو صاف حکم دیدیا کہ ان مہینوں میں

اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو بلکہ ان اوقات کو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں اور اس کے ذکر میں اور اس کے لئے روزہ رکھنے میں اور اس کی طرف رجوع کرنے میں اور اس سے دعائیں کرنے میں صرف کرو اور ان فضولیات سے اپنے آپ کو بچاؤ۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس مہینے کی حرمت اور عاشوراء کی حرمت اور عظمت سے فائدہ اٹھانے کی ہم سب کو توفیق عطا فرمائے اور اپنی رضا کے مطابق اس دن کو گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

ماہ صفر اور غلط تصوّرات

ماہ صفر سے متعلق دور حاضر کے لوگوں کے خیالات

آج کل ماہ صفر سے متعلق عام لوگوں کے ذہنوں میں مختلف خیالات جمے ہوئے ہیں، جن میں سے چند حسب ذیل ہیں:

☆ بعض لوگ صفر کے مہینے میں شادی بیاہ اور دیگر پر مسرّت تقریبات منعقد کرنے اور اہم امور کا افتتاح اور ابتداء کرنے سے پرہیز کرتے ہیں، اور کہا کرتے ہیں کہ صَفر میں کی ہوئی شادی صِفر ہوگی (یعنی ناکام ہوگی) اور اس کی وجہ عموماً ذہنوں میں یہ ہوتی ہے کہ صفر کا مہینہ نامبارک اور منحوس ہے، اس لئے صفر کے مہینے کے گزرنے کا انتظار کرتے ہیں اور پھر ربیع الاوّل کے مہینے سے اپنی تقریبات شروع کر دیتے ہیں، اس وہم پرستی کا دین سے کوئی واسطہ نہیں۔

☆بعض لوگ صفر کے مہینے کے ابتدائی تیرہ دنوں کو بطور خاص منحوس جانتے ہیں اور تیرہ تاریخ کو کچھ گھونگھنیاں پکا کر تقسیم کرتے ہیں تا کہ اس نحوست سے حفاظت ہو جائے۔ یہ بھی بالکل بے اصل بات ہے۔

☆ بد شگونی اور بد فالی

زمانہ جاہلیت میں عربوں کے اندر شگون اور فال لینے کا بھی بہت رواج تھا۔ ان کی یہ عادت تھی کہ جب کوئی کام کرنے کا ارادہ کرتے تو کسی ہرن کو اس کی جگہ سے دوڑاتے اور بھڑکاتے یا کسی پرندے کو اڑا دیتے۔ اگر پرندہ یا ہرن دائیں جانب جاتا تو اس کو مبارک سمجھا جاتا اور نیک فال لیتے اور وہ کام کر لیتے، نیز سفر پر جانا ہوتا تو چلے جاتا۔ اور اگر پرندہ بائیں طرف کو اڑتا یا ہرن بائیں جانب چلا جاتا تو اس کو نامبارک اور منحوس سمجھتے اور پھر وہ کام نہ کرتے اور جہاں جانا ہوتا وہاں بھی نہ جاتے۔

پیارے پیغمبر ﷺ نے " لاطیرۃ " فرما کر اس کی مکمل تردید فرمادی اور واضح فرمایا کہ بد فالی اور بد شگونی محض بے حقیقت اور غلط بات ہے۔ ان کا

کسی کام کے برے ہونے میں بالکل دخل نہیں ہے بلکہ اس قسم کا اعتقاد رکھنا جائز بھی نہیں ہے۔کامیابی اور ناکامی، نفع ونقصان سب حق تعالیٰ کے قبضہ میں ہے،وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے،کوئی چیز اس کی قدرت سے باہر نہیں۔پرندے یا ہرن کے دائیں طرف جانے میں کوئی خیر اور بائیں جانب جانے میں کسی طرح کی کوئی برائی بالکل نہیں ہے۔شریعت اسلامیہ کے نزدیک ماہ صفر بھی دوسرے مہینوں کی طرح ایک مہینہ ہے،ایام جاہلیت میں اس ماہ صفر کے بارے میں جو تصور تھا کہ یہ نحوست کا مہینہ ہے،اسلام نے اس کو رد کیا ہے، جیسا کہ بخاری و مسلم اور دوسری کتب میں واضح الفاظ میں " لاصفرۃ ولاطیرۃ" وغیرہ سے ایام جاہلیت کے عقائد فاسدہ کی سختی سے تردید کی گئی ہے۔اس لئے لوگوں کو چاہیئے کہ اس بدعت قبیحہ کو ترک کردیں اور ایسے عقائد فاسدہ سے توبہ کریں۔

بعض لوگ صفر کے مہینے اور چہار شنبہ یعنی بدھ) کے دن کو منحوس سمجھتے ہیں اور اس میں کوئی اچھا کام نہیں کرتے حالانکہ:

اسلام کی نگاہ میں نہ کوئی مہینہ منحوس ہے، اور نہ کوئی دن اور نہ کوئی وقت، اور نہ

ایام واوقات سے کسی چیز کی کامیابی اور ناکامی اور نفع ونقصان متعلق ہے، نحس کا یہ تصور دراصل مشرکانہ خیالات کی پیداوار ہے۔ اسلام کی نظر میں منحوس وہ عمل ہے جس کی بنیاد اللہ تعالی کی نافرمانی اور معصیت پر ہو۔ اسلام سے پہلے لوگ ماہِ صفر کو منحوس سمجھتے تھے، رسول اللہ ﷺ نے اس توہم پرستی کی تردید فرمائی اور فرمایا کہ صفر کے نحس کی کوئی حقیقت نہیں "لا صفر "(۱) اسی طرح

(۱) "عن النبي ﷺ قال: لا عدوى و لا طيرة، و لا هامة و لا صفر" عن أبي هريرة ﷺ، (صحيح البخاری، حدیث نمبر:۵۷۵۷، باب لا هامة و لا صفر، کتاب الطب، نیز دیکھئے: صحیح مسلم، حدیث نمبر:۲۲۲۰) محشی۔

حدیث بالا میں پیارے پیغمبر ﷺ نے " لا طيرة ولاصفر " کے ساتھ ساتھ (جس کا ذکر اوپر ہو چکا) "ھامہ" کی بھی نفی فرمائی ہے کیونکہ زمانہ جاہلیت کے لوگ ھامہ یعنی پرندے سے بدشگونی اور نخوست مراد لیتے تھے، اور اس کے متعلق ان میں طرح طرح کی باتیں پھیلیں ہوئیں تھیں مثلاً:

☆ ان کا خیال تھا کہ مقتول کے سر سے ایک پرندہ نکلتا ہے جس کا نام "ھامّہ" ہے وہ ہمیشہ فریاد کرتا رہتا ہے کہ مجھے پانی پلاؤ مجھے پانی پلاؤ، اور جب مقتول کا بدلہ قاتل سے لے لیا جاتا ہے تو یہ پرندہ اڑ جاتا ہے۔

☆ بعض کا خیال تھا کہ مردہ کی ہڈیاں جب بوسیدہ ہو جاتی ہیں تو وہ ھامّہ بن کر قبر سے نکل جاتی ہیں اور ادھر ادھر گھومتی رہتی ہیں اور اپنے گھر والوں کی خبر لیتی پھرتی ہیں۔

☆ بعض کا خیال تھا کہ "ھامّہ" وہ اُلّو ہے جو کسی کے گھر پر بیٹھ کر آوازیں لگاتا ہے اور انہیں ہلاکت اور بربادی کی اور موت کی خبریں دیتا ہے۔

پیارے پیغمبر ﷺ نے اس اعتقاد کو باطل قرار دیا اور واضح فرمایا کہ ھامّہ کی کوئی حقیقت نہیں۔ (مرقات واشعۃ اللمعات)

ارواح کی آمد ورفت

ہمارے معاشرے میں عامہ سے ملتی جلتی کچھ چیزیں ہیں رائج ہیں جن کی کوئی حقیقت نہیں۔ مثلاً:

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ تمام ارواح جمعہ یا جمعرات کی رات کو اپنے گھروں پر آتی ہیں اور خیرات کرنے کی درخواست کرتی ہیں، اور خیرات نہ کرنے والوں پر بددعا کرتیں ہیں۔ اور مرنے کے بعد روزانہ ایک ماہ تک اپنے گھر کا گشت کرتی رہتیں ہیں۔ اسی طرح خاص طور عورتوں کا یہ خیال ہے کہ شب برأت، شب معراج، شب قدر اور عید وغیرہ میں بھی روحیں اپنے گھروں پر آتی ہیں، اس لئے وہ ایصال ثواب کا اہتمام کرتی ہیں، یہ اعتقاد بھی غلط ہے، اور کسی حدیث صحیح سے اس کا ثبوت نہیں ہے۔

ماہ صفر کا آخری بدھ

☆ بعض لوگ اس دن چھٹی کرنے کو اجر و ثواب کا موجب سمجھتے ہیں۔ اور عید کی طرح خوشیاں مناتے ہیں، خصوصاً مزدور طبقہ مالکان سے چھٹیاں مانگتا ہے اور مٹھائی کے پیسے اور عیدی طلب کرتا ہے، اور مشہور ہے کہ اس دن آنحضرت ﷺ نے غسلِ صحت فرمایا تھا۔ چنانچہ ایک شعر بھی اس سلسلے میں بنایا ہوا ہے۔

آخری چہار شنبہ آیا ہے غسل صحت نبی ﷺ نے پایا ہے

اس کی بھی کچھ اصل نہیں، بلکہ بدعت ہے اور کھانے پینے کی غرض سے لوگوں نے اسے ایجاد کیا ہے بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ اس دن (یعنی صفر کے آخری بدھ کو) تو آنحضرت ﷺ کے مرضِ وفات کی ابتداء ہوئی تھی اور آپ ﷺ کی مرضِ وفات پر خوشی کیسی؟ (دیکھئے تاریخ ابن اثیر، تاریخ طبری)

لہٰذا جن لوگوں میں یہ رواج جاری ہے ان کو چاہئے کہ اس بدعت کو چھوڑیں اور شریعت اسلامیہ کے احکام کی پیروی اختیار کریں۔

حضرت تھانوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

آخری چہار شنبہ

اس دن سیرو تفریح کرنا اور جلوس نکالنا' یہ سب ناجائز ہیں' اور یہ اس بنیاد پر کیے جاتے ہیں کہ اس دن نبی ﷺ صحت یاب ہوئے تھے حالانکہ ایسی کوئی بات بھی ثابت نہیں۔

چہار شنبہ کے دن کے بارے میں بعض روایتوں میں یہ بات آئی ہے کہ اس دن عمل کا آغاز بہتر ہے(۱) گو اس حدیث کے صحیح ہونے پر اہل علم کا اتفاق نہیں ہے، تاہم یہ بات تو حدیثِ صحیح سے ثابت ہے کہ اسی دن اللہ تعالی نے نور اور روشنی کو پیدا فرمایا، صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ ؓ سے مروی ہے:" وخلق النور یوم الاربعاء "(۲) اس حدیث سے ایک حد تک اس دن کی فضیلت و کرامت کا اظہار ہوتا ہے، اسی طرح بعض روایتوں سے منگل، بدھ اور جمعرات کو روزہ رکھنے کا معمول نبوی ﷺ بھی معلوم ہوتا ہے،(۳) اس لئے صفر کے مہینہ اور چہار شنبہ کے دن کو منحوس سمجھنا قطعا درست نہیں، محض توہم پرستی ہے، جس سے بچنا چاہئے۔

---

(۱) وذكر برهان الإسلام عن صاحب الهداية أنه ما بدئ شيئ يوم الأربعاء ألا تم فلذلك كان المشائخ يتحرون ابتداء الجلوس فيه للتدريس : لأن العلم نور يبدئ به يوم خلق النور . انتهى ، و يمكن حمله على غير أربعاء آخر الشهر"(كشف الخفاء و مزيل الألباس :۱/۳، ط :داالإحياء ، بيروت) محشی۔

(۲) صحيح مسلم ،حدیث نمبر:۲۷۸۹،عن أبي هريرة ؓ،باب ابتداء الخلق و خلق آدم علیہ السلام ۔

(۳) "عن عائشة رضى اللّه تعالىٰ عنها قالت : كان رسول الله ﷺ يصوم من الشهر السبت و الأحد و الاثنين و من الشهر الآخر الثلاثاء و الأربعاء و الخميس" (الجامع للترمذى ، حدیث نمبر:۷۴۶،باب ما جاء في صوم يوم الاثنين و الخميس ، كتاب الصوم ، جمع الفوائد ،حدیث نمبر:۳۰۰۵)

سیّد السادات

حضرت جعفر صادق علیہ الرحمۃ والرضوان

کے کونڈوں کے متعلق شرعی حکم

رجب کے مہینے میں ہونے والی بدعات

قارئین کرام:

حضرات صحابہ کرامؓ، تابعینؒ اور تبع تابعینؒ دین کو سب سے زیادہ جاننے والے، دین کو خوب سمجھنے والے، دین پر مکمل طور پر عمل کرنے والے تھے۔ اب اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں ان سے زیادہ دین کو جانتا ہوں، یا ان سے زیادہ دین کا ذوق رکھتا ہوں، یا ان سے زیادہ عبادت گزار ہوں، تو حقیقت میں وہ شخص پاگل ہے اور وہ دین کی فہم نہیں رکھتا۔

ماہ رجب کے بارے میں بھی لوگوں کے درمیان طرح طرح کی غلط فہمیاں پھیل گئی ہیں ان کی حقیقت سمجھ لینے کی ضرورت ہے۔

مثلاً ۲۲: رجب کے کونڈے اور ستائیسویں رجب کی رات کے بارے میں یہ اعتقاد رکھنا کہ یہ شب معراج ہے اور اس کو اسی طرح منانا جس طرح شب

قدر کو منایا جاتا ہے، اور شب معراج کی فضیلت بھی شب قدر کی طرح ہے، اور اس میں مخصوص نوافل کا ادا کرنا وغیرہ وغیرہ۔

لیکن واقعہ معراج کے بعد اٹھارہ سال تک پیارے پیغمبر ﷺ زندہ رہے اور آپ ﷺ کے بعد تقریباً سو سال تک صحابہ کرامؓ کا زمانہ ہے، پھر تابعینؒ اور تبع تابعینؒ کا اس پورے عرصہ میں کوئی ثابت نہیں کہ ان حضرات نے (۲۷) رجب کو خاص عبادت کا اہتمام کیا ہو۔

۲۷: رجب کی شب میں عبادت اور دن کو روزہ رکھنا

۲۷ رجب کی رات کو خاص طور پر عبادت کا اہتمام کرنا بدعت ہے، یوں تو اللہ توفیق دے تو ہر رات عبادت کرنا بہتر ہی بہتر ہے، لیکن کسی خاص رات کو عبادت کے لئے مختص کرنا جب کی شریعت میں اس کی تعیین نہ ہو وہ بدعت ہے۔

اسی طرح ستائیس(۲۷) رجب کا روزہ ثابت نہیں: بعض لوگ ستائیس رجب کے روزے کو عاشورہ اور عرفہ کے روزہ کی طرح فضیلت والا روزہ سمجھتے ہیں، اگرچہ ایک یا دو ضعیف روایتیں تو اس کے بارے میں ہیں، لیکن صحیح سند سے کوئی روایت ثابت نہیں ہے۔

حضرت فاروق اعظمؓ نے اس بدعت کا سدباب کیا:

حضرت فاروق اعظمؓ کے زمانے میں جب انہیں معلوم ہوا کہ بعض لوگ ۲۷ / رجب کو بڑے اہتمام کے ساتھ روزہ رکھ رہے ہیں، چونکہ ان کے یہاں دین سے ذرا بھی ادھر ادھر ہونا ممکن نہیں تھا، اس لئے فاروق اعظمؓ فوراً گھر سے نکل پڑے، اور جن لوگوں نے روزہ رکھا تھا ان میں سے ایک ایک کے پاس جا کر زبردستی اپنے سامنے کھانا کھلاتے کہ میرے سامنے کھا کر ثبوت دو کہ تمہارا روزہ نہیں ہے۔ اس کا اس قدر اہتمام اس لئے کیا کہ لوگ خاص اس دن کے روزہ کو زیادہ فضیلت نہ دیں، بلکہ اس کو عام دنوں کی طرح کا نفلی روزہ

سمجھیں۔ اور اس لئے بھی یہ اہتمام کیا کہ اس بدعت کا سد باب ہو اور دین کے اندر اپنی طرف سے زیادتی نہ ہو۔

۲۲ / رجب کے کونڈوں کی حقیقت

آج کل معاشرے میں فرض وواجب کے درجے میں جو چیز پھیل گئی ہے، وہ کونڈے ہیں، اگر آج کسی نے کونڈے نہیں کئے تو وہ مسلمان ہی نہیں، نماز پڑھے یا نہ پڑھے، روزے رکھے یا نہ رکھے، گناہوں سے بچے یا نہ بچے، لیکن کونڈے ضرور کرے، اور اگر کوئی شخص نہ کرے یا کرنے والوں کو منع کرے تو اس پر لعنت اور ملامت کی جاتی ہے۔ حالانکہ ان کونڈوں کی کوئی اصل قرآن وحدیث، صحابہ کرامؓ، تابعینؒ اور تبع تابعینؒ اور بزرگان دین سے کہیں ثابت نہیں، اور اس کو اتنا ضروری سمجھا جاتا ہے کہ گھر میں دین کا کوئی دوسرا کام ہو یا نہ ہو، مگر کونڈے ضرور ہوں، اس لئے کہ اس میں کھانے پینے اور دل بھلانے کا سامان ہوتا ہے جس کے ہم لوگ خوگر ہیں۔ چنانچہ اس موقعہ پر

پوریاں پکائی جاتیں ہیں، حلوہ پکتا ہے اور اِدھر اُدھر ایک دوسرے کے ہاں بھیجا جاتا ہے، خوب میلا ہوتا ہے، چونکہ یہ بڑے مزے کے کام ہیں اس واسطے شیطان نے اس میں لوگوں کو مشغول کر دیا کہ نماز پڑھو یا نہ پڑھو، مگر یہ کونڈے ضرور کرو۔

نیز ان چیزوں نے ہماری امّت کو خرافات میں مبتلا کر دیا ہے۔

حقیقت روایات میں کھو گئی یہ امّت خرافات میں کھو گئی

بہت سے لوگ صرف ناواقفیت کی وجہ سے بھی یہ کرتے ہیں، ان کے دلوں میں کوئی عناد نہیں ہوتا لیکن دین سے ناوقفیت کی بنا پر وہ بیچارے یہ سمجھتے ہیں کہ جس طرح عید الاضحیٰ کے موقع پر قربانی کا گوشت ایک دوسرے کے ہاں بھیجا جاتا ہے، یہ بھی شاید قربانی ہی کی طرح کوئی ضروری عمل ہے۔ اس لئے کونڈوں کی شرعی حیثیت بیان کی جاتی ہے تاکہ لوگ ان بدعات سے بچ سکیں اور دوسروں کو بھی اس کی حقیقت سمجھا سکیں۔

☆۲۲/رجب کے کونڈوں کو حضرت جعفر صادقؒ کی نیاز سمجھا جاتا ہے اور اس میں ایصال ثواب کے لئے خاص دن کی تخصیص ہے جو بدعت ہے۔

☆یہ رافضیوں کا فعل ہے جو حضرت امیر معاویہؓ کی وفات کی خوشی اس تاریخ میں مناتے ہیں۔

☆اس میں شیعوں اور رافضیوں کے ساتھ مشابہت ہے۔

حضرت جعفر صادقؒ

حضرت سید السادات جعفر صادقؒ خانوادہ نبوت کے چشم و چراغ ہیں، اکابرین اسلام میں آپ کا بلند مقام ہے۔

ولادت: ۸ رمضان ۸۰ھ یا بروایت دیگر ۱۷ : ربیع الاوّل ۸۳ھ میں مدینہ منورہ میں ہوئی۔

وصال: ۱۵ شوال ۱۴۸ھ کو ۶۵ سال کی عمر میں ہوا (کمافی البدایۃ والنھایۃ)

۲۲ : رجب کے کونڈوں کی حقیقت: یہ ہے کہ یہ بالکل خلاف شرع ہیں اور یہ بے اصل بدعت مخالفین اسلام اور معاندین صحابہ کرامؓ کی ایجاد ہے جو اٹھارویں صدی کے اواخر میں شمالی ہند کے علاقے سے شروع ہوئی اور لکھنؤ اور رامپور کے نوابوں اور روافض نے اس کو پھیلانے میں اہم کردار ادا کیا اور حضرت جعفر صادقؒ کے نام سے ایک افسانہ اور قطعی طور پر ایک جھوٹی داستان گھڑی کہ حضرت جعفر صادقؒ کی طرف سے یہ وعدہ ہے کہ:

۲۲ : رجب کو کونڈے کرو اور میرے توسل سے مراد طلب کرو، مراد پوری نہ ہو تو قیامت میں تمہارا ہاتھ اور میرا دامن ہو گا۔

حالانکہ نہ تو بائیس رجب کا دن باتفاق مؤرخین حضرت جعفر صادقؒ کی پیدائیش کا دن ہے، نہ یوم وصال یعنی وفات کا۔

بلاشک وشبہ یہ آپ پر بہتان اور تہمت ہے۔ مسلمانوں کے پاس اللہ کی کتاب قرآن مجید، اور پیارے پیغمبر ﷺ کی سنّت قائمہ بلا تحریف و تبدّل موجود ہے ۔اور آپ ﷺ کا امّت پر احسان عظیم ہے، تمام دنیا کے مسلمان تمام عمر بھی

آپ ﷺ کے احسانات کا بدلہ نہیں چکا سکتے، اور آپ ﷺ کو امت سے اس قدر پیار ہے کہ والدین کو بھی بچے کے ساتھ اتنی محبت نہیں ہوتی۔ "النَّبیُّ اولیٰ بالمؤمنینَ مِنْ اَنْفُسِهِم"۔ آپ ﷺ کی شان ہے۔ قیامت کے دن جب تمام انبیاء ورسل علیہم السلام " نَفْسِی نفسِی" پکاریں گے، تو آپ ﷺ "امتی امتی" فرمائیں گے۔ لیکن آپ ﷺ نے اپنی پیاری امّت کو مصائب اور مشکلات کے حل کے لئے اس قسم کے کونڈے بھرنے کی تجویز نہیں دی، تو پھر ایک ولی کس طرح یہ تجویز کر سکتا ہے۔؟

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَان یَّمْسَسْکَ اللہ بضُرٍّ فلا کَاشِفَ لَہٗ الا ھُوَ ؕ وَاِنْ یَّمْسَسْکَ بخَیْرٍ فھُوَ عَلیٰ کُلِّ شَئٍی قدِیْرٌ ؕ (الانعام)

اگر تم کو اللہ تعالیٰ کوئی تکلیف پہنچائے تو سوائے اس کے کوئی رد نہیں کر سکتا اور اگر تم کو فائدہ پہنچائے تو وہ ہر بات پر قادر ہے۔

معلوم ہوا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے حکم کے بغیر کوئی کسی کی تکلیف دور نہیں کر سکتا، حاجت روائی نہیں کر سکتا، غیر اللہ کی نذر کرنا شرک ہے۔ اور حضرت جعفر صادقؒ تو بڑے درجہ کے بزرگ ہیں کوئی ادنیٰ ترین مسلمان بھی اس قسم کی لاف و گزاف نہیں کر سکتا۔

ہر مسلمان پانچ وقت نمازوں میں کئی کئی بار "اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ"۔ پڑھتا ہے جس کا مطلب واضح یہ ہے کہ ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔ کونڈوں کا عمل نماز کی روح کے منافی ہے، اور نماز میں اللہ سے مدد و استعانت کا جو بار بار اقرار کیا جاتا ہے اس کے بھی منافی ہے۔

حضرت جعفر صادقؒ کی طرف منسوب جھوٹی داستان

جو داستان حضرت جعفر صادقؒ کی طرف منسوب کی جاتی ہے اس کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے۔

مدینہ منورہ کا ایک لکڑہارا قسمت کا مارا روزی کمانے کسی دوسرے ملک کو چلا گیا، اس کی بیوی نے مدینہ کے وزیر اعظم کے یہاں جھاڑو دینے کی نوکری کرلی۔

ایک دن جب وہ گھر کے صحن میں جھاڑو دے رہی تھی تو امام جعفر صادق اس راہ سے یہ فرماتے ہوئے گزرے کہ:

کوئی شخص کیسی ہی مشکل اور حاجت رکھتا ہو، آج ۲۲/رجب کو پوریاں پکا کر دو کونڈوں کو بھر کر ہمارے نام سے فاتحہ دلادے تو مراد اس کی پوری ہو گی، اگر نہ ہو تو حشر کے روز اس کا ہاتھ ہو گا اور ہمارا دامن۔

یہ سنتے ہی لکڑہارن نے اپنے دل میں منّت مانی کہ میرا شوہر جسے گئے ہوئے ۱۲ سال گذر گئے تھے جیتا جاگتا کچھ کمائی کے ساتھ واپس آجائے تو میں امام کے نام کے کونڈے کروں گی۔ جس وقت وہ منّت ماننے کی نیّت کر رہی تھی عین اسی وقت اس کے خاوند نے دوسرے ملک کے جنگل میں جب سوکھی جھاڑی پر کلہاڑی چلائی تو کسی سخت چیز پر لگ کر گری اس نے وہاں کی زمین کھودی تو اسے ایک دفینہ ملا۔ وہ یہ خزانہ لیکر مدینہ آیا۔ اس نے ایک عالی شان حویلی بنائی اور

ٹھاٹھ سے رہنے لگا۔ جب لکڑہارن نے اپنی مالکہ وزیر اعظم کی بیوی سے یہ حال بیان کیا تو اس نے کونڈوں کے اثر سے خزانہ ملنے کو جھوٹ سمجھا، چنانچہ اس بد عقیدگی کی پاداش میں اسی دن وزیر اعظم پر عتاب شاہی نازل ہوا اور مال ودولت ضبط کر کے شہر بدر کر دیا گیا۔

جنگل کو جاتے ہوئے وزیر نے بیوی سے پیسے لیکر خربوزہ خریدا، اور رومال میں باندھ کر ساتھ لے چلے۔ راستے میں شاہی پولیس نے انہیں شہزادے کے قتل کے شبہ میں گرفتار کر لیا۔ جب بادشاہ کے سامنے رومال کھولا گیا تو خربوزے کی جگہ شہزادے کے خون سے لتھڑا ہوا سر نکلا۔ بادشاہ نے غضبناک ہو کر حکم دیا کہ کل صبح سویرے اس کو پھانسی دی جائے۔ رات کو قید خانہ میں یہ دونوں میاں بیوی دل میں سوچ رہے تھے کہ ہم سے ایسی کیا خطا ہو گئی جس کی وجہ سے اس حال کو پہنچے۔ یکایک وزیر کی بیوی کو خیال آیا کہ میں امام کے کونڈے کرنے سے انکار کر بیٹھی تھی۔ اس نے اسی وقت توبہ کی، اور مصیبت سے نجات ملنے پر کونڈے بھرنے کی منت مانی۔ اس کا منّت ماننا تھا کہ حالات نے

یک دم رنگ پلٹا، گمشدہ شہزادہ صبح کو صحیح سلامت واپس آگیا۔ ان دونوں کو رہائی ملی، وہ واپس مدینہ آئے اور بادشاہ نے وزیر کو دوبارہ وزارت عظمیٰ پر بحال کر دیا، اور اس کی بیوی نے دھوم دھام سے امام کے کونڈے بھرے۔

(نیاز نامہ امام جعفر صادق سلطان حسین تاجر کتب بھنڈی بازار بمبئی)

یہ لغو کھانی خود ظاہر کرتی ہے کہ اس کا گھڑنے والا لکھنؤ کا کوئی جاہل داستان گو تھا جس کو اتنا بھی علم نہ تھا کہ:

(۱) مدینہ منوّرہ میں اس زمانے کے اندر نہ کبھی کوئی بادشاہ ہوا ہے نہ وزیر اعظم۔

(۲) حضرت جعفر صادقؒ کی عمر کے ۵۲ سال تک بنو امیہ کی خلافت رہی جس کا صدر مقام دمشق (ملک شام) تھا مگر ان کی خلافت میں بھی وزیر اعظم کا کوئی عہدہ نہیں تھا، اس کے بعد ۱۶ سال تک آپ عباسی خلافت میں رہے جس کا صدر مقام بغداد تھا ان کے ہاں بھی آپ کی موجودگی میں وزارت عظمیٰ کا عہدہ قائم نہ ہوا تھا۔

(۳) یہ کہانی حضرت جعفر بن محمدؒ پر تہمت کے سوا کچھ نہیں آپ کا دامن ایسی لغو اور بے ہودہ باتوں سے پاک ہے کہ وہ دینی علوم میں بصیرت اور بلند مقام رکھنے کے باوجود اپنی فاتحہ دلا کر کھلے شرک میں مبتلا ہوں۔

۲۲ رجب کے کونڈے حضرت امیر معاویہؓ کی وفات کی خوشی کے طور پر منائے جاتے ہیں:

دراصل ۲۲ رجب ۶۰ھ کو امیر المؤمنین، امام المتقین، خال المسلمین، کاتب وحی رسول اللہ ﷺ جناب حضرت امیر معاویہ بن ابی سفیانؓ نے اسلام اور مسلمانوں کی پچاس سال تک خدمت کرنے کے بعد وفات پائی تھی۔ جو پیارے پیغمبر ﷺ کے برادر نسبتی اور عم زاد تھے، منافقوں کو ہمیشہ ان کے ساتھ بغض و عداوت رہی ہے۔

روافض جس طرح امیر المؤمنین سیدنا حضرت عمر فاروقؓ کی شہادت کی خوشی میں ان کے مجوسی قاتل ابو لؤلؤ فیروز کو بابا شجاع کہہ کر عید مناتے ہیں، اسی طرح وہ حضرت امیر معاویہؓ کی رحلت اور وفات کی خوشی میں ۲۲ / رجب کو پوریاں اور حلوہ

پکا کر یہ تقریب مناتے ہیں، لیکن پردہ پوشی کے لئے ایک روایت گھڑ کر حضرت جعفر بن محمد صادق کی طرف منسوب کر دی ہے، تا کہ راز فاش ہونے سے رہ جائے، اور دشمنان معاویہؓ کونڈوں کے نام پر اپنی خوشی کا ایک دوسرے کا ساتھ اظہار کر سکیں۔ ان کی تقیہ سازی اور اس پُر فریب طریقۂ کار سے کئی سادہ لوح توہم پرست اور ضعیف الاعتقاد مسلمان بھی لاعلمی کی وجہ سے اس میں شریک ہو جاتے ہیں۔

اس لئے یاد رکھیں کہ اس رسم کا پیارے پیغمبر ﷺ کی شریعت سے کوئی تعلق نہیں ،نہ ہی صحابہ کرامؓ تابعین اور اتباع تابعینؒ کے دور میں یہ رسم

موجود تھی اس لئے یہ رسم سراسر بدعت اور گمراہی ہے اور مسلمانوں کو اس سے بچنا چاہیئے۔ اور خاص طور پر اس لئے بھی کہ یہ صحابی رسول حضرت امیر معاویہؓ کے دشمنوں کی تقریب ہے۔

شعبان المعظم
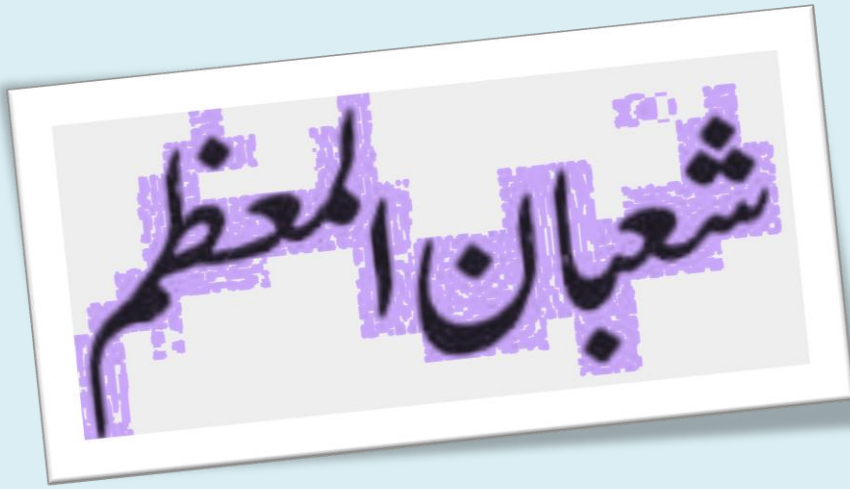
ومنکراتِ شب برات

شعبان کے مہینے میں شب برات کے اندر ہونے والی رسوم وبدعات

۱- بہت سے چراغ روشن کرنا اور لہو ولعب کے لیے جمع ہونا آتش بازی میں مشغول ہونا اور غالباً یہ عمل ہنود کی دیوالی سے لیا گیا ہے۔ علی بن ابراہیم کا قول ہے کہ زیادہ روشنی کرنا یہ بعض برامکہ سے شروع ہوا ہے۔ یہ لوگ اصل میں آتش پرست تھے۔ جب اسلام لائے تو انہوں نے یہ رسم اسلام میں داخل کی تا کہ مسلمانوں کے ساتھ نماز پڑھتے وقت آگ کو سجدہ کریں پھر آئمہ ہدیٰ نے ان منکرات کو باطل کیا اور آٹھویں صدی کے شروع میں بلاد مصریہ وشامیہ میں ان منکرات کا خوب قلع قمع کیا گیا (عجب نہیں کہ یہ آتش بازی بھی ان کا شعبہ ہو)۔ (ھذا کلہ من ماثبت بالسنۃ للشیخ الدھلویؒ)

تاریخ شعبان کو تہوار منانا اور عید بقر عید کی طرح بچوں کو کپڑے پہنانا اور عیدی دینا بے اصل ہے۔

۲- مکتب کے معلموں کو اس دن میں مثل عید کے تعطیل بھی نہیں کرنا چاہیے۔ (سال بھر کے مسنون اعمال)

۳- بچوں کو آتش بازی کے لیے رقم دینا سخت گناہ ہے۔ حضرت حکیم الامتؒ اپنے رسالہ زوال السنۃ عن اعمال السنۃ صفحہ ۱۸ پر تحریر فرماتے ہیں۔

آتش بازی مطلقا خصوص اس رات میں بالکل معصیت ہے۔ آتش بازی کے لیے اپنے بچوں کو پیسے دینا یا ان کے لیے خریدنا یا کسی قسم کی اعانت اس کے متعلق کرنا بھی ناجائز ہے۔

اس آتش بازی کی اصل دیکھی جائے تو یہ نکلتی ہے کہ برامکہ ایک قوم ہے یہ اصل میں آتش پرست تھے پھر اسلام لے آئے۔ ان میں اچھے لوگ بھی تھے مگر بعض میں آتش پرستی کا مادہ موجود تھا یہ فعل ان کا ایجاد کیا ہوا ہے تا کہ اس بہانہ مرکز کی طرف توجہ رہے پھر دیکھا دیکھی مسلمانوں نے بھی اس کو اختیار کر لیا تو

جب ماخذ اس کا مادہ کفر ہے تو یہ شبہ کفر کا ہوا۔ اس کو دوسری معصیتوں سے زیادہ اہتمام کے ساتھ چھوڑ دینا چاہیے اور خیر یہ معصیت تو برنگ معصیت ہی ہے کرنے والے بھی اس کو برا ہی سمجھتے ہیں۔ چنانچہ بہت سے واقعات اس کی بدولت ہر سال پیش آتے ہیں کسی کا ہاتھ جل گیا' کسی کی جان جاتی رہی' کسی کا مکان خاک سیاہ ہو گیا اور فرضاً کچھ بھی نہ ہوا تو اتلاف مال تو ضرور ہے۔ زیادہ تر پیران نابالغ پر تعجب ہے جن کے دل میں تو یہ ہوتا ہے کہ ہم خود تماشا دیکھیں گے مگر چونکہ وقار کے خلاف ہے اس لیے بچوں کو آڑ بناتے ہیں اور عذر یہ کرتے ہیں بچے نہیں مانتے' تماشوں میں بچوں کو ساتھ لے جاتے ہیں۔

(اسی طرح بعض لوگ یوں کہتے ہیں کہ حلوے کے لیے بچے ضد کرتے ہیں جواب یہ ہے کہ چار دن پہلے پکاؤ اس دن نہ پکاؤ۔ بعض شہروں میں شب برأت سے ایک دن پہلے عرفہ مشہور ہے کہ شب برأت میں تو پرانے مُردوں کو ثواب پہنچاتے ہیں اور ایک دن پہلے جدید مُردوں کو تاکہ وہ پرانے مُردوں میں شامل ہو جائیں۔ شریعت میں ان رسموں کی کوئی اصل نہیں)۔ (شب مبارک)

حکیم الامّت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ شب برات میں ہونے والی رسوم وبدعات کا تذکرہ فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

غرض عبدیت تو یہ ہے کہ جیسے حکم ہو ویسے کرے، مگر لوگوں نے اس شب میں برکات چھوڑ کر بیہودہ حرکات اختیار کر رکھی ہیں، چنانچہ آتش بازی ایسی منکر حرکت ہے نام ہی میں اس کے متکبر ہونے کا اقرار

ہے، کہ نام بھی ایسا ایجاد کیا گیا جس میں آتش بھی ہے، اور بازی بھی۔ نام ہی سے معلوم ہوتا ہے کہ خطرہ کی

چیز ہے اور لہو ولعب ہے، بھلا آتش سے تلبّس ہونا بھی کوئی اچھی بات ہے۔

حدیث شریف میں تو یہاں تک ارشاد ہے کہ سوتے وقت چراغ کو گل کردو۔ (۳) جو کہ عادۃً دور ہی رکھا جاتا ہے، پھر تلبّسِ قریب سے تو ممانعت کیوں نہ ہوگی؟ واقعی بڑی خطرہ کی چیز ہے، چنانچہ بہت سے

واقعات اس کی بدولت ہر سال پیش آتے ہیں، کسی کا ہاتھ جل گیا، کسی کی جان جاتی رہی، کسی کا مکان سیاہ ہوگیا، اور اگر فرضاً کچھ بھی نہ ہوا تو اتلاف مال تو ضرور ہی ہے، جس کی وہی مثل ہے کہ "گھر پھونک تماشہ دیکھ" یہاں پر ایک صاحبزادے کا ہاتھ جل گیا ہم کو اُمید تھی کہ اب یہ حرکت چھوٹ جائے گی، اللہ ورسول کی مخالفت بھی ہے، اور دنیا کا مالی وجانی نقصان بھی ہوتا ہے، لیکن بہادر لوگ نہیں باز آئے۔

زیادہ تر پیرانِ نابالغ پر تعجب ہے جن کے دل میں تو یہ ہوتا ہے کہ ہم خود تماشہ دیکھیں مگر چونکہ وقار کے خلاف ہے اس لئے بچوں کو آڑ بناتے، اور یہ عذر کرتے ہیں کہ بچے نہیں مانتے، تماشوں میں بچوں کو ساتھ لے جاتے ہیں۔

صاحبو! ان بچوں کو کیوں بدنام کرتے ہو، بلکہ تمہاری ہی گود میں ایک بچہ ہے جس کو نفس کہتے ہیں۔ وہ تم کو لے جاتا ہے، اگر سچ مچ وہی ضد کرتے ہیں، تب بھی یہ عذر قابل قبول ہے دیکھو! اگر تمہارا بچہ باغیوں میں شامل ہوکر گولہ چھوڑنے لگے تو تم اس کو روکے گے یا نہیں؟ ضرور روکے گے اگر نہ مانے گا تو جبراً

روکو گے، اسی طرح یہاں کیوں نہیں روکا جاتا؟ بس یوں کہو کہ گناہ اس کو نہیں سمجھتے، اگر تم خود معصیت کو بُرا سمجھتے تو بچوں کو اس کی عادت کیوں ڈالتے۔ بھلا اگر بچے تم سے سانپ مانگنے لگیں تو کیا دے دو گے؟ پھر جس کو خدا اور رسول نے مضر کہا ہے کیا وجہ ہے کہ اس کی عادت ڈالی جاتی ہے؟

معلوم ہوا کہ خدا اور رسول کے فرمانے کی وقعت نہیں، پھر یہ کہ یہ مال تمہارا کہاں ہے؟ سب خدا ہی کی ملک ہے، تم محض خزانچی ہو چنانچہ ارشاد ہے "ولله خزائن السموات والارض"(۱) ہمیں یہ اجازت نہیں کہ جیسے چاہیں خرچ کریں، خدا کا مال ہے اس کی مرضی کے بغیر قیامت میں سوال ہوگا کہ تم نے کہاں سے کمایا اور کہاں کہاں خرچ کیا؟ پس جب بچوں کو آتش بازی کے لئے پیسے دینا شرعاً حرام ہے تو تم دینے والے کون ہو؟ ہرگز مت دو، اور ضد کرنے دو، اور کھیل تماشہ میں بھی ان کو مت کھڑے ہونے دو۔ (ملخص از وعظ "شعبان")

شب برأت کی اتنی اصل ہے کہ پندرہویں رات اور پندرہواں دن اس مہینے کا بہت بزرگی اور

برکت کا ہے، ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رات کو جاگنے کی اور اس دن روزہ رکھنے کی عادت دلائی ہے، اور اس رات میں ہمارے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کے قبرستان میں تشریف لے گئے مردوں کے لئے بخشش کی دعا مانگی ہے، تو اگر اس تاریخ میں مردوں کو کچھ بخش دیا کرے، چاہے درود شریف پڑھ کر، چاہے نقد دے کر، چاہے ویسے ہی دُعا بخشش کی کر دے، تو یہ طریقہ سنت کے موافق ہے، اس سے زیادہ جتنے

بکھیڑے لوگ کر رہے ہیں اس میں حلوے کی قید لگا رکھی ہے اور اس طریقہ سے فاتحہ دلاتے ہیں اور خوب پابندی سے یہ کام کرتے ہیں یہ سب واہیات ہیں۔

(۱) سورۃ المنافقون:۷

شب برأت میں یا شادی میں انار پٹاخے اور آتش بازی چھڑانے میں کئی گناہ ہیں:

اول: مال فضول برباد جاتا ہے قرآن شریف میں مال کے فضول اُڑانے والوں کو شیطان کا بھائی فرمایا ہے (۱) اور ایک آیت میں فرمایا ہے کہ مال فضول اُڑانے والوں کو اللہ تعالیٰ نہیں چاہتے، یعنی ان سے بیزار ہیں۔ (۲)

دوسرے: ہاتھ پاؤں جلنے کا اندیشہ یا مکان میں آگ لگ جانے کا خوف۔ اول جان یا مال کو ایسی ہلاکت اور خطرے میں ڈالنا خود شرع میں بُرا ہے۔

تیسرے: لکھے ہوئے کاغذ آتش بازی کے کام میں لاتے ہیں، خود حروف بھی ادب کی چیز ہیں، اس طرح کے کاموں میں ان کو لانا منع ہے۔ بلکہ بعض بعض کاغذوں پر قرآن کی آیتیں یا حدیثیں یا نبیوں کے نام لکھے ہوتے ہیں بتلاؤ تو سہی ان کے ساتھ بے ادبی کرنے کا کتنا بڑا وبال ہے؟ تم اپنے بچوں کو ان کاموں کے واسطے کبھی پیسے مت دو۔ (۳)

---

(۱) بہشتی زیور۔حصہ ششم۔آتش بازی کا بیان۔ص۵۔ط:مکتبۃ الایمان اردو بازار کراچی
(۲) سورۃ بنی اسرائیل :۲۷
(۳) سورۃ الاعراف : ۳۱.

اللہ رب العزّت سے دعاء ہے کہ وہ مجھے اور تمام مسلمانوں کو صحیح دین کی سمجھ اور اس پر استقامت عطا فرمائے، اور پیارے پیغمبر ﷺ کی سنتّوں کی اتباع، اور ہر قسم کی بدعات ورسومات سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے (اٰمین)

والحمدُ لله على توفيقهِ وأسألُه تعالى المزيدَ من فضلهِ، وأنْ يَرْزُقَني محبّةَ لقائِهِ عندُ مفارَقةِ هذه الدنيا الفانيةِ إلى الدارِ الأبديّةِ الخالدة، ﴿مع الَّذين أَنْعَمَ الله عَلَيْهِم من النَّبيِّين والصِّدِّيقينَ والشُّهداءِ والصَّالِحين وحَسُنَ أولئك رَفيقاً﴾.

محمد موسیٰ شاکر غفر اللہ لہ: ۲ محرم ۱۴۳۴ھ / ۱۶ نومبر ۲۰۱۲)